روپ متی اور باز بہادر



روپ متی اور باز بہادر

محشر عابدی بی۔ اے

قیمت ایک روپیہ عہ

انتساب

ہمدردِ قوم، بہی خواہِ ملک و ملّت، فخرِ نسواں

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا کے ــــــــ نام!

محشر عابدی بی۔ اے
عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد
(دکن)

(حافظ الٰہی عالم صاحب پرنٹر پبلشر نے عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور میں چھپوا کر سبہ مٹھا بازار لاہور سے شائع کیا)

افرادِ تمثیل

زمانہ:- عہدِ شہنشاہ اکبر

روپ متی :- سرزمین مالوہ کی ایک ساحر مغنیہ۔ جادو ناتھ کی بیٹی۔

باز بہادر:- سلطنتِ مالوہ کا تاجدار۔

فرخ :- باز بہادر کا جاں نثار مصاحب۔

نگار :- قصرِ شاہی کی ایک حسین مغنیہ۔

زمرد، نازکبدن، یاسمن :- قصرِ شاہی کی کنیزیں۔

لیلاوتی :- روپ متی کی رازدار سہیلی۔

سندر:- تارا :- روپ متی کی دیگر سہیلیاں۔

جادو ناتھ :- روپ متی کا والد۔ سارنگ پور کا ایک متموّل زمیندار۔

ناظم :- باز بہادر کی فوج کا سپہ سالار۔

اکبر :- ہندوستان کا شہنشاہ۔

آدم خان:- اکبر کی فوج کا ایک سپہ سالار۔

خادمائیں۔ ملازمین، کسان وغیرہ۔

(۷۸۶)

"تقریظ"

از

قیصر انصاری، بی اے

حیرت ہے کہ وہ شخص جو علم حیوانیات کا ماہر اور مادّی دنیا کو سائنٹفک نقطۂ نظر سے دیکھنے کا عادی ہو کیوں کر ایک اچھا ادیب اور شاعر بن سکتا ہے۔ اس کا جواب شاید یہی دیا جائے گا کہ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے سائنس اور فائن آرٹس دو متضاد چیزوں کو ایک عظیم الشان انسان کی شخصیت میں بیک وقت مجتمع کر کے اپنی حیرت انگیز قوت کا ثبوت دیا ہے۔

حضرت محشر عابدی کو زمانہ صرف افسانہ نگار، شاعر، تمثیل نگار اور مزاح نگار کی حیثیت سے جانتا ہوگا۔ لیکن ان کے ساتھ ہی ساتھ اگر موصوف کو ماہرِ علم حیوانیات کی حیثیت سے بھی دنیا کے سامنے متعارف کیا جائے تو بجز حیرت میں رہ جانے کے دنیا اور کیا کہہ سکتی ہے۔

محشر عابدی کی شخصیت ایک ہمہ داں اور ہمہ گیر شخصیت ہے۔ ادب لطیف کی وہ کونسی صنف ہے جس میں موصوف کے بے پناہ قلم نے گہرباری نہ کی ہو۔ باوجود ماہر حیوانیات ہونے کے آپ کا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ افسانہ نویسی رہا ہے۔ اور اس لئے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ موصوف نے صدہا ایسے بلند پایہ افسانے لکھ ڈالے جو ہندوستان کے موقر جرائد میں شائع ہو کر غیر فانی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ موصوف کے چند افسانے "محشرستان" کے نام سے کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ جن پر ہندوستان کے چوٹی کے منفیض، رسائل و اخبارات نے بہترین آراء کا اظہار کیا ہے۔

یہی حالت موصوف کی شاعری کی بھی ہے۔ آپ نے لاتعداد نظمیں اور غزلیں لکھیں۔ جن میں

"قلعہ گولکنڈہ" والی نظم بالکل اسیطرح غیر فانی ہے جس طرح "گولکنڈہ" کے عظیم الشان کھنڈرات۔

فسانہ نگاری اور شاعری کے ساتھ ساتھ حضرت محشر عابدی نے تمثیل نگاری پر بھی خاص توجہ فرمائی اور متعدد ایسے ڈرامے لکھ ڈالے جو نہ صرف آرٹ کے نقطۂ نظر سے مکمل ہیں بلکہ لاثانی بھی۔

ڈرامہ "روپ متی" جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے محشر صاحب کے اُن ڈراموں میں سے ہے جن پر ادب اُردو ہمیشہ ہمیشہ ناز کرے گا۔ فی الوقت مجھے اس ڈرامہ کے متعلق کچھ زیادہ عرض کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ باریک بیں نگاہیں خود ہی اس کے حُسن کو جلد پرکھ لیں گی۔

روپ متی ایک تاریخی شخصیت ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک باعزت برہمن کی لڑکی تھی۔ اور موسیقی میں انتہائی ماہر۔ اس کے حسن کے افسانے سارنگ پور سے نکل کر باز بہادر کے محلوں تک بھی پہنچے۔ باز بہادر موسیقی اور راگ پر جان دیتا تھا۔ اسے فکر دامنگیر ہوئی کہ اس راگ کی رانی کو اپنے محل میں لاکر اس کے بے پناہ نغموں سے اپنے دل کی پیاس بجھائے۔ رفتارِ زمانہ نے معاونت کی اور ایسے سامان مہیا کر دئے کہ ان دونوں کی شادی ہوگئی اور ساز کو مضراب مل گئی۔ اور مضراب کو نغموں کا خزانہ۔ کچھ عرصہ تک یہ عشق و محبت کے بندے اپنی عیش و مسرت کی رنگین دنیا میں تمام عالم سے بے نیاز ہو کر ہمہ تن معروفِ کامرانی رہے۔ ریاست کے انتظامات بگڑنے لگے۔ اور اس کی اطلاع شہنشاہ اکبر کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔ شہنشاہ نے ایک فوج آدم خاں کی سرکردگی میں مالوہ روانہ کی۔ باز بہادر اور آدم خاں کی فوج کا مقابلہ ہوا۔ باز بہادر کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ گیا۔ باز بہادر کی فراری کی خبر جب روپ متی کو ملی تو اُس نے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ زہر کھا کر اپنی عزت و آبرو کو بچالے۔

روپ متی کے قیامت خیز نغموں کی داستان، اُس کی شوہر پرستی اور اُس کی وفا شعاری کی اعلیٰ مثال کچھ اسقدر جاذب توجہ تھی کہ محشر صاحب اسے ڈرامہ کی شکل میں پیش کرنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ یہاں پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہوگا کہ اس ڈرامے کی ترتیب میں ڈاکٹر مسز اینی بسنٹ آنجہانی ایک افسانے

(فلیتھفُل انٹو ڈیتھ) اور احمد العمری کی تصنیف کے انگریزی

ترجمہ "لیڈی آف دی لوئس" (   ) سے بھی مدد لی گئی ہے۔ اس ڈرامہ کے بعض کردار فرضی بھی ہیں۔

اس ڈرامہ میں ایک جدید طرزِ نگارشں کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو روپ متی کی رومان آمیز زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے بے حد ضروری تھا۔ یہ رنگ شروع سے آخر تک تمام ڈرامہ میں موجود ہے جس کے لئے محشر صاحب لائق تحسین و ستائش ہیں۔ یہ محشر صاحب ہی کا حصّہ تھا کہ انہوں نے عبارت میں اسقدر لوچ اور نزاکت پیدا کی ہے۔ چونکہ روپ متی خود شعر و موسیقی کی دیوی تھی اس لئے اس ڈرامہ کو بھی شعر و موسیقی بنانے کی سعی کی گئی ہے اور انتہائی مسرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں محشر صاحب کو بے حد کامیابی ہوئی ہے۔ چند اقتباسات پیش کرتا ہوں جن سے آپ کو بھی اس کا اندازہ ہو جائے گا۔

(پہلا ایکٹ پہلا منظر)

باز بہادر ستار بجاتے بجاتے یکایک چھوڑ دیتا ہے، وہ خود میں ایک خلا محسوس کرتا ہے اور ایک نامعلوم کمی۔ اُسے بے چین اور مضطرب کر دیتی ہے اور وہ نسّخ (اپنے مصاحب) سے والہانہ انداز میں کہہ اُٹھتا ہے:۔

"مجھے اس وقت اپنے نغمے بھی سُونے معلوم ہو رہے ہیں ——— میری ترنّم نوازی ——— ایک بے معنی شے ہے فرّخ ——— ایک بے سود چیز ——— جبتک کوئی اس کی داد نہ دے ——— بالکل فضول ——— بلبل کی نغمہ سنجی پھول ہی کے سامنے بھلی لگتی ہے ——— تم اچھی طرح جانتے ہو اس بات کو ——— پھر میری راگنیاں بھی ویران ہونی چاہئیں ——— تنہائی میں وہ لطف کیونکر آسکتا ہے؟"

مکالمہ کے ہر ہر لفظ پر غور فرمائیے۔ تنہائی اور یاس کی حقیقی تصویر ہے۔ ہر ہر جملہ شعریت سے مملو ہے بلبل کی نغمہ سنجی کا پھول کے سامنے بھلا لگنا اور اُس کی عدم موجودگی میں راگنیوں کا ویران ہو جانا ایک ایسا خیال ہے جس کی کیا تعریف کی جا سکتی ہے۔

(دوسرا ایکٹ - دوسرا منظر)

روپ متی اپنی سہیلیوں کے ساتھ ایک شفاف جھیل میں نہا رہی ہے اور سب پانی سے کھیل رہی ہیں۔ ان میں سے ایک سہیلی روپ متی پر پانی پھینکتے ہوئے کہتی ہے:۔ "یہ میری محبّت کے پھول ہیں۔"

دوسری بھی پانی کا تھپیڑا مارتے ہوئے کہتی ہے:۔ "یہ میرے پیار کے موتی ہیں۔"

تیسری کہتی ہے:۔ اور یہ میرے پریم کی کلیاں ہیں۔"

صرف ایک خوش فعلی ہوئی یعنی چند سہیلیوں نے روپ متی پر پانی پھینکنا شروع کیا اور پانی مارتے ہوئے اپنی محبّت کو اس طرح ظاہر کرنا کہ

"یہ میری محبّت کے پھول ہیں"

"یہ میرے پیار کے موتی ہیں"

"اور یہ میرے پریم کی کلیاں ہیں"

کچھ اسقدر شاعرانہ اور معصومانہ انداز ہے کہ بار بار تمثیل نگار کے حسنِ ادا کی داد دینے کو دل چاہتا ہے۔

پھر اسی منظر میں جہاں روپ متی اور باز بہادر کی پہلی ملاقات دکھائی گئی ہے باز بہادر خود سے والہانہ انداز میں کہنے لگتا ہے:۔ "آہ یہی ہے وہ تارا ——— وہ مضراب، جس کے لئے دل کا ساز تڑپ رہا تھا ——— کیسی حسین، کتنی سُندر، کتنی معصوم ——— مگر ———"

یہاں پر وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ روپ متی اُس کے لئے پانی لے کر آجاتی ہے۔ ان الفاظ پر غور فرمائیے یہ شاعری کی انتہائی معراج ہیں۔

اسی منظر میں ایک مقام پر باز بہادر کی زبان سے یہ الفاظ کہلائے گئے ہیں:۔

"تم سچ کہتی ہو روپ متی ـ تم اپنے گھر میں ایک دیا کی طرح روشن ہو گی۔ اور گھر کے سب لوگ تمہارے پروانے بنے رہتے ہونگے۔ لیکن سوچو تو سہی ایک بادشاہ کے محل میں اندھیرا پڑا

ہوا ہے۔ اُسے بھی چراغ کی تمنا ہے۔ کیا یہ شمع اس ویران اندھیرے محل میں روشن ہونا پسند کریگی؟

(تیسرا ایکٹ، چوتھا منظر)

روپ متی اپنے مکان کے پائین باغ میں بیٹھی ہوئی ہے، جذبۂ محبت اُس پر بھی اثر کرچکا ہے۔ اُس کو بھی باز بہادر کی یاد تنہائی میں ستارہی ہے۔ اور وہ خود سے کہنے لگتی ہے :-

"آہ لوٹ لیا مجھے ——— لوٹ لے گیا زندگی کی راحتیں۔ پردیسی پریتم۔ میری دنیا کا سکون تو نے برباد کردیا۔ میری نیندیں سمٹ کر اب صرف ایک تیری یاد کے لئے وقف ہوگئی ہیں۔ میرا آرام اور چین تیرے تصور میں فنا ہو کر رہ گیا ہے ——— کاش میں تجھے نہ دیکھتی ——— کاش میں تجھ سے اچانک نہ ملتی ——— کاش میں تجھ سے باتیں نہ کرتی۔ وہ جذبات جو قدرت کے مضبوط ہاتھوں نے میرے نازک قلب کو ودیعت کئے تھے برہم ہو ہو کر میری روح کو مضطرب اور میرے دماغ کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ وہ مدہوش کرنے والی کیفیتیں، وہ جنون پیدا کرنے والے تصورات جن سے میری زندگی ابتک محروم تھی ——— آہ محروم کیوں نا آشنا تھی، میری زندگی کا ایک جزبنکر رہ گئے ہیں ——— کاش میں اب بھی وہی رہتی جو پہلے تھی (ستار چھوٹ کر گر پڑتا ہے) میں یہ نہ جانتی تھی۔ اور کون جانتا تھا ——— کسے خبر تھی کہ توقع کے خلاف سب کچھ اسقدر جلد ہو جائے گا۔ یہ نادانی تھی، میرا ایسا خیال کرنا ——— دنیا کے انقلابات اس سے زیادہ خونی، اس سے زیادہ روح فرسا ہوتے ہیں ——— وہ مجھے بھول گیا ہوگا۔ وہ ایک غریب گمنام اور لاپتہ لڑکی کو ضرور بھول گیا ہوگا ——— نہیں۔ اُسے میری یاد ہوگی۔ اس کے ہر ہر انداز سے محبت کی بو آتی تھی۔ اُس کی ہر ہر بات میں سچی فردوسی محبت کی نہریں موجیں مار رہی تھیں ——— آہ یہ دل کب تک یوں ہی گزریں گے؟ تڑپتے۔ جاگتے، آہ وزاری کرتے ——— ؟"

ان جذبات کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہ محبت کی ابتدائی کیفیات ہیں۔ اُس کا صبر و قرار لٹ چکا ہے اور اب وہ ان جذبات سے آشنا ہو چکی ہے۔ جن سے وہ ابتک ناواقف تھی۔ اس کا

دل انتہائی بے چینی کے عالم میں ہے۔ باز بہادر کی یاد اسے کسی پہلو قرار نہیں لینے دیتی۔ وہ تڑپ رہی ہے، جدائی کی آگ میں جل رہی ہے اور یہ خیال اُس کے لئے اور بھی سوہانِ روح ہو رہا ہے کہ "وہ مجھے بھول گیا ہوگا — وہ ایک غریب گمنام اور لاپتہ لڑکی کو ضرور بھول گیا ہوگا۔" ایک غریب ناداں لڑکی محبت کی آندھی میں جب گھر جاتی ہے تو اُس کے خیالات کو اس سے زیادہ بہتر پیرایہ میں اور کیا ادا کیا جا سکتا ہے؟

(تیسرا ایکٹ تیسرا منظر)

روپ متی اپنی سہیلی لیلاوتی سے گفتگو کر رہی ہے۔ وہ اُسے اپنا رازدار بنا چکی ہے اور اُس سے پوچھتی ہے کہ یہ زمانہ (اضطراب اور بے چینی کا زمانہ) کب تک ختم ہوگا۔ جس کا جواب لیلاوتی یہ دیتی ہے کہ "قسمت میں جب تک لکھا ہے۔" اس پر روپ متی کہتی ہے کہ "آہ قسمت — قسمت کا نام مت لو لیلاوتی — جہاں انسانی آنکھ کی رسائی نہیں، جہاں کان کی تابِ سماعت جواب دیتی ہے، جہاں عقل اور علم کے کمزور تخیل بھی پرواز کر کے نہیں پہنچ سکتے — لیلا اس کا ذکر نہ کرو۔ قسمت کے تخیل سے مجھے اُلجھن سی ہوتی ہے۔"

روپ متی نے تقدیر کی نسبت کتنا جامع خیال ظاہر کیا ہے۔ اس نظریہ کو کیا اس سے زیادہ بہتر، جامع اور شاعرانہ انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کا یہ نظریہ کسقدر حقیقی اور کسقدر پیارا ہے۔

(چوتھا ایکٹ۔ پانچواں منظر)

باز بہادر اور روپ متی کی شادی ہو چکی ہے اور اُن کی اگلی بے چینیاں طمانیت میں مبدل ہو چکی ہیں۔ یہاں باز بہادر اپنی مایہ ناز محبوبہ کو مخاطب کرتے ہوئے نغمہ و موسیقی کے اثرات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

"تمہارے پریم بھرے راگوں میں زندگی کی حقیقی اور غیر فانی روح پنہاں ہے۔ تمہارے نغموں

میں مدہوش کر دینے والا جادو ہے ـــــ اور کیا چاہئے رانی ہمیں؟"

اس منظر میں جب روپ متی اپنے بے پناہ نغموں کو شروع کرنے والی ہے تو باز بہادر کہتا ہے:-

"اب آسمان کے ستارے اپنی حرکت بند کر کے ریت کے ذرّوں کی طرح ساکت ہو جائینگے سمندر کی موجیں تھم جائینگی۔ دریا اپنی روانی بھول جائیگا ـــــ چاند کی کرنیں سر بسجود ہو جائیں گی ـــــ پرندے اپنا چہچہانا بند کر دیں گے ـــــ ساری دنیا رانی ـــــ ساری دنیا اور سارے آسمان ـــــ تم جھوٹ سمجھتی ہو نا ـــــ تمہارے نغموں کی وسعت میں بالکل جذب ہو جائیں گے اور تمہارے راگوں کی گہرائیوں میں سمٹ کر اتر آئیں گے۔

یہ چند مثالیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیں۔ آپ خود دیکھیں گے کہ تمام ڈرامہ انہیں رنگینیوں، انہیں رعنائیوں اور انہیں حقیقتوں سے لبریز ہے۔ تمثیل نگار نے جو انداز نگارش ابتدا میں اختیار کیا ہے اُسے آخر تک کسی صورت میں بھی ہاتھ سے نہیں دیا اور یہی ایک ادیب کا منتہائے کمال ہے۔

مجموعی طور پر پلاٹ کی ترتیب، زبان کی روانی، نزاکت اور لوچ نے ڈرامہ کو ایک بہترین شعر، ایک بہترین نغمہ اور ایک بہترین راگ بنا دیا ہے۔

پورا ڈرامہ پڑھ جانے کے بعد آپ کی نظروں کے سامنے عہد گزشتہ کا ایک نشاط انگیز زمانہ، ہندو مسلم رواداری اور ہندو مسلم اتحاد کی ایک سچی تصویر پھر جائے گی۔ اور ایک ایسی وفا شعار خاتون کے ملکوتی نغمے آپ کے کانوں میں گونجنے لگیں گے جس نے مر کر دنیا کے لئے شوہر پرستی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی +

قیصر انصاری، بی۔ اے

حیدر آباد (دکن) ۱۷/ نومبر ۱۹۳۶ء

(بسم اللہ)

رُوپ متی

(عشق و محبّت کی ایک تاریخی تمثیل)

از

حضرت محشر عابدی بی۔اے مصنف "محشرستان" وغیرہ

پہلا ایکٹ ـــــ پہلا منظر

سین :- قلعہ مانڈوگڑھ

سُرخ پتھروں سے بنے ہوئے ایک قصر کے مرکز میں سنگ مرمر کی ایک خوبصورت بارہ دری، جس کے نقش ونگار میں مشرقی صنعت کی رنگینیاں جھلکتی ہیں ایک فرحت افزا اور روح پرور باغیچہ سے گھری ہوئی ہے۔ مالوہ کا نوجوان حکمران باز بہادر ایک اونچی مسند پر تکئے سے لگا ہُوا بیٹھا ہے۔ اور کسی خیال میں محو ہے باز بہادر کا عزیز ترین مصاحب فرخ اُس کے قریب ہی نیچے مؤدب بیٹھا ہُوا

ہے اور رہ رہ کر بادشاہ کی طرف دیکھتا جاتا ہے۔ قصر کی حسین کنیز اور بہترین رقاصہ نگار۔ بادشاہ کے سامنے اس وقت رقص کر رہی ہے۔

(رقص کو کچھ وقت گزر جاتا ہے)

بازبہادر۔ (محویت سے چونکتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر) بس کر نگار بس کر!

(نگار فوراً بت کی طرح ساکت ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس کی آنکھوں سے تعجب اور چہرے سے سراسیگی ٹپکنے لگتی ہے۔ فرخ بادشاہ کے چہرے کو تحیرانہ اور مستفسرانہ انداز سے تکنے لگتا ہے)

اس وقت تیرے گھنگروؤں کی جھنکاریں بادل کی گرج کی طرح میرے دماغ سے ٹکرا رہی ہیں۔ تیرے تبسّم کی تنویریں، بجلی کی ڈراؤنی چمک معلوم ہو رہی ہیں۔ جا اس وقت اپنی تمام رعنائیوں کو لئے ہوئے چلی جا۔ اپنے فردوسی اور دلربا رقص کی ساحرانہ اداؤں کو کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھ۔

نگار۔ (استعجاب وانکسار کے ساتھ) شہریار! کیا کہہ رہے ہیں آپ؟

بازبہادر۔ (خفیف سی نفرت کے لہجہ میں) کیا کہا میں نے؟ میں بادشاہ ہوں، میں سب کچھ کہہ سکتا ہوں —— اس وقت تیرے رقص کے لوچ میں، تیری مسحور کن اداؤں میں اور تیری رفتار کی لچک میں اضطراب پیدا کرنے والی تاثیر جاگ اُٹھی ہے —— ہاں نگار۔ تیرے راگ روح پرور تھے، تیرے نغمے پُرکیف تھے، مگر اس وقت صرف اسی وقت —— آہ معلوم نہیں کیوں —— وہ روح فرسا اور دل سوز معلوم ہو رہے ہیں۔

نگار۔ (نیاز آمیز لہجہ میں) شہریار۔ میری خطا؟

بازبہادر۔ (معنی آفریں انداز سے) تیری خطا کچھ نہیں تو بے قصور ہے۔ نگار اس وقت جن جذبات کے تحت میں تجھ سے باتیں کر رہا ہوں —— تو انہیں نہیں جانتی، تو انہیں نہیں سمجھ سکتی

وہ راز سے زیادہ پُراسرار، اور شیشہ سے زیادہ نازک ہیں۔ وہ سمجھ میں نہ آنے والے ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں تو اُن کو نہیں سمجھ سکتی۔

نگار۔ اصرار کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے شہریار!

(نگار، بہت آہستہ آہستہ وہاں سے پلٹتی ہے اور جانے لگتی ہے)

باز بہادر۔ (پُرسکون انداز میں) ہاں جا — چلی جا — تاکہ میں کچھ دیر خاموش رہ کر اپنے بکھرے ہوئے خیالات یکجا کر لوں —

(نگار نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے) — تو چلی گئی — بہت اچھا ہُوا جو چلی گئی — ورنہ شاید آسمان کا کوئی ستارہ — آسمان کا نہیں بلکہ میرے قہر و غضب کی بجلی ضرور ٹوٹ پڑتی — ہاں ٹوٹ پڑتی — تجھ پر اور تیرے ساتھ سارے محل پر بھی!

فرخ۔ (گھبراہٹ کو چھپاتے ہوئے) مزاج کچھ برہم ہے شہریار!

باز بہادر۔ کیوں پوچھتے ہو فرخ تم؟

فرخ۔ شہریار کی پریشانی دور کرنے کے لئے۔

باز بہادر۔ (ہلکے سے اضطراب کے ساتھ تکئے پر سر کو زیادہ آرام کے ساتھ رکھتے ہوئے) تم نہیں جانتے فرخ — کیا جانو تم۔ اس وقت میں کیا چاہتا ہوں؟ — تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں خود نہیں سمجھ سکتا فرخ۔

فرخ۔ (تسکین بخش الفاظ میں) مجھے اپنا رازداں جانئے شہریار۔

باز بہادر۔ (بے چینی سے) مگر تم جان کر کیا کرو گے؟

فرخ۔ شاید کوئی تدبیر، اضطراب کو رفع کرنے کی بتا سکوں۔

باز بہادر۔ تدبیر — (ٹھنڈی سانس بھر کر) — آہ شاید ہی بتا سکو — مجھے یقین نہیں آتا — فرخ میں کیسے یقین کروں۔ آخر تم انسان ہو میری ہی طرح —

تم آسمان سے تارا توڑ کر نہیں لا سکتے ـــــ (بیتابی کے عالم میں کہنی تکیہ پر رکھ کر سر کو ہاتھ پر رکھتے ہوئے) معلوم نہیں وہ تارا ـــــ وہ ایک ہی تارا کس آسمان پر ہے؟ کن حوروں کے ساتھ، کن فرشتوں کے حلقہ میں ـــــ فرخ وہی ایک تارا، جس میں، میری بیتابیوں کا راز گم ہو کر رہ گیا ہے۔

فرخ۔ شہریار! یہ معمہ ابتک میری سمجھ میں نہیں آیا۔

بازبہادر۔ (فرخ کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے) سنو فرخ اور اچھی طرح سنو کہ میں بادشاہ ہوں، حکمران ہوں۔

فرخ۔ بجا شہریار۔

بازبہادر۔ میرے اقتدار میں بہت کچھ ہے میں اپنے امکان میں سب کچھ کرسکتا ہوں ـــــ سب کچھ فرخ ـــــ جو ایک انسان نے کیا ہے۔ جو ایک انسان کر سکتا ہے۔ اپنے لئے دنیا کی تمام راحتیں مہیا کر سکتا ہوں۔ لیکن اپنے دل کے لئے نہیں۔ اپنی آرزوؤں کی تکمیل میرے حیطۂ اقتدار سے بعید ہے ـــــ بہت بعید ـــــ تم سمجھتے ہو فرخ۔ اُس دنیا میں، شاہ و گدا میں امتیاز ناممکن ہے۔

فرخ۔ (سوچتے ہوئے) امتیاز ـــــ ؟ شہریار آپ بادشاہ ہیں۔

بازبہادر۔ ہاں سچ ہے۔ لیکن اپنے دل کا نہیں۔

فرخ۔ (متحیرانہ انداز سے) (بازبہادر کو دیکھنے لگتا ہے) شہریار!

بازبہادر۔ (اپنا ہاتھ فرخ کے شانہ پر رکھتے ہوئے) جب ہی میں کہتا تھا تم نہ سمجھو گے فرخ ـــــ

فرخ۔ آپ خود نہیں سمجھنے دیتے!

بازبہادر۔ کیسے؟

فرخ۔ آپ اس معمہ کو معمہ کے پیرایہ میں بیان فرما رہے ہیں!

باز بہادر:- یہ معمّہ نہیں۔ یہ راز نہیں ہیں تو صاف صاف کہہ رہا ہوں۔ پیارے فرّخ میرے دل کا ساز ایک مدّت سے چُپ چاپ پڑا تھا۔ اب اس میں ایک بے چینی جاگ اُٹھی ہے۔ اُس کے تاروں میں تڑپنے کی آرزو بیدار ہو گئی ہے۔ تڑپنے کی آرزو۔ تم سمجھ رہے ہو فرّخ ـــــ مگر افسوس کوئی ایسا نہیں جو ان تاروں کو چھیڑ کر میرے دل کی آگ بجھا دے!

فرّخ:- محل کی کنیزیں نہیں؟

باز بہادر:- وہ کلیاں ہیں فرّخ۔ باغ کی زینت، دل کی نہیں۔ باغ ہی میں وہ کچھ بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اُن کو ـــــ اُن نازک غنچوں کو شاخ ہی میں لگا رہنے دو ـــــ کلیوں کو توڑ لینے کے بعد اُن کا حُسن فنا ہو جاتا ہے، وہ اپنے شباب سے محروم ہو جاتی ہیں ـــــ کیوں فرّخ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ـــــ پھر میں تو اُن کو شباب سے محروم کرنا نہیں چاہتا ـــــ میں ان کو بگاڑنا نہیں چاہتا ـــــ میں ایسا ہی کچھ اور بھی نہیں چاہتا۔

فرّخ:- (کسی سوچ میں چلا جاتا ہے) ـــــ شہریار؟

باز بہادر:- (امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے) کہو کیا سوچ رہے تھے تم؟

فرّخ:- نگار؟

باز بہادر:- وہ رقص کی ملکہ ہے۔ وہ اپنے تھرکنے اور ناچنے ہی میں موہنی لگتی ہے ـــــ اُس کے پاس وہ مضراب نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ مضراب جس کی ضرب سے تاروں میں تڑپ پیدا ہو سکے۔ میں جانتا ہوں۔ ورنہ کبھی کی تسکین ہو گئی ہوتی تم سُن رہے ہو فرّخ؟

فرّخ:- زمرّد شہریار!

باز بہادر:- تم سچ کہتے ہو فرّخ۔ مگر افسوس دل کے ساز کو ان تمام مضرابوں سے کوئی دلکشی نہیں معلوم ہوتی، میں کیا کروں ـــــ؟ ـــــ فرّخ کوئی اور تدبیر سوچو۔ اس خلش سے تو کسی پہلو چین نہیں پڑتا

فرّخ:- شہریار اس وقت اس کے سوا اور کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ خود کوئی راگ

چھیڑ دیں۔ راگوں کی خود فراموشیاں آپ کی بے چینیوں کو سمیٹ لے جائینگی۔

باز بہادر۔ ـــــ اس طرح یہ خلش رفع ہو جائے گی؟

فرّخ۔ مجھے یقین ہے!

باز بہادر۔ میں کیسے سمجھوں؟

فرّخ۔ آپ چھیڑیئے شہریار، کم سے کم اس وقت تو کچھ سکون ہو جائے گا۔

باز بہادر۔ اچھا جاؤ میرا ستار اُٹھا لاؤ۔

[فرّخ جا کر ستار لاتا ہے۔ باز بہادر اس طرح ستار لے لیتا ہے جیسے اس وقت اسکا دل نہیں چاہتا۔ اور پھر ایک راگ چھیڑتا ہے جسکا مطلب مندرجہ ذیل مصرعہ سے واضح ہے]

؎ پیا بن ناہیں آوت چین ـــــ سکھی ری ۔۔۔ پیا بن ۔۔۔۔۔

[زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ وہ گاتے گاتے یکلخت ساکت ہو جاتا ہے۔ اور ستار ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ اور بے دلی سے تکیہ پر گر پڑتا ہے]

فرّخ۔ (مضطرب ہو کر) کیا ہؤا شہریار؟

باز بہادر۔ (غمگین اور حسرت آمیز لہجہ میں) مجھے اس وقت اپنے نغمے بھی سونے معلوم ہو رہے ہیں ـــــ میری ترنم نوازی ـــــ ایک بے معنی شے ہے ـــــ ایک بے سود چیز ـــــ جب تک کوئی اس کی داد نہ دے ـــ بالکل فضول ـــــ بُلبل کی نغمہ سنجی پھول ہی کے سامنے بھلی لگتی ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو اس بات کو ـــــ پھر میری راگنیاں بھی ویران ہوتی جائیں ـــــ تنہائی میں وہ لطف کیونکر آسکتا ہے؟

فرّخ۔ بجا ہے شہریار ـــــ مجھے اجازت ہے؟

باز بہادر۔ نہیں۔ نہیں فرّخ۔ اب نغمہ سے طبیعت کچھ بیزار سی ہوگئی ہے! اب میں خود ہی کچھ سوچونگا ـــــ تم جا سکتے ہو ـــــ ہاں تم بھی چلے جاؤ۔ میں تنہا ہی رہونگا۔

فرخ۔ طبیعت زیادہ گھبرائے گی شہریار!

باز بہادر۔ نہیں شاید اس طرح کچھ سکون حاصل ہوجائے۔ تم جاؤ میں پھر تم کو بلاؤں گا۔ (فرخ جانے لگتا ہے) تم جارہے ہو؟ ہاں جاؤ۔ کوئی تدبیر سوچو تم بھی —— جاکر —— میں بھی غور کرتا ہوں۔

[فرخ چلا جاتا ہے۔ بادشاہ اٹھ کر پھولوں کے تختوں کے پاس ٹہلنے لگتا ہے]

پہلا ایکٹ —— دوسرا منظر

سین۔ قصر شاہی کا ایک باغیچہ۔ باغ کے گھنے ہوئے درختوں سے ڈھکے ہوئے ایک گوشے میں ایک فوارہ ہے۔ اس کی شکل مور کی سی ہے اس کی چوٹی اور اس کی چونچ سے پانی کی ہلکی ہلکی پھواریں نکل کر حوض ہی کے اندر گر رہی ہیں۔ فوارہ کے کنارے سنگ مرمر کا ایک چبوترہ ہے، جس کے کنارے کنارے گھاس کا مخملی فرش ہے۔

[نگار اداس بیٹھی ہوئی کسی فکر میں مستغرق ہے۔ وہ اپنے سر کو ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے ہے اور اس کی نگاہیں سوسن کے پھول پر جمی ہوئی ہیں۔ فرخ اس طرف آتا ہے۔ لیکن نگار کو اس کی خبر نہیں ہوتی]

فرخ۔ (نگار کے چہرے کو دور سے دیکھ کر خود سے) ایں؟ نگار اس وقت کچھ اداس اور غمگین نظر آرہی ہے۔ کسی گہری فکر میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تاہم وہ اس عالم بیخودی میں بھی کتنی دلکش اور کتنی حسین نظر آرہی ہے (فرخ آہستہ آہستہ نگار کے پاس پہنچ جاتا ہے)

فرخ۔ نگار، تم کیسی چپ سی ہو آج؟

نگار۔ سنتی ہے لیکن اسی طرح ساکت اور چپ بیٹھی رہتی ہے۔

فرخ - (قریب آکر) کیوں بولتی کیوں نہیں؟
نگار - (بے پروائی سے) جان کر پوچھتے ہو تم!
فرخ - (مطلب سمجھ کر) تم غمگین ہو ـــــ مگر ــــ مگر وہ بادشاہ ہیں نگار!
نگار - (سر جھکا کر دوپٹے کے ایک کونے کو انگلیوں سے بل دیتے ہوئے) جانتی ہوں فرخ!
فرخ - پھر اس سوگ کی وجہ؟
نگار - میرا جی یونہی چاہتا ہے۔
فرخ - تمہاری ان باتوں میں تو جادو کا سا اثر ہے۔ پیاری نگار میں تمہاری زبان سے یہ الفاظ سُنکر جذبات کی فراوانیوں میں ڈوبا جا رہا ہوں۔ مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے ان نازک ہاتھوں کو (ہاتھوں کو پکڑ کر) بوسہ دینے کی عزت حاصل کروں۔
نگار - (تمکنتِ نسائی سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا کر) مجھے تمہاری ایسی باتیں نہیں بھاتیں ـــ جاؤ فرخ مجھے نہ چھیڑو۔ مجھے یونہی رہنے دو اس وقت
فرخ - تم جانتی ہو نگار، میں کون ہوں؟
نگار - مجھے کیا معلوم؟
فرخ - تمہیں نہیں معلوم۔ تم نہیں جانتیں۔ میں تمہارے اس اندازِ دلربایانہ سے بیتاب ہُوا جا رہا ہوں۔ تمہیں نگار کچھ احساس نہیں میری بیتابیوں کا۔ کاش تم دیکھ لیتیں۔ کاش میں تمہیں دکھا سکتا کہ میرے جذبات میں کیسا ہنگامۂ جنوں برپا ہے۔
نگار - (نسوانی وقار سے) مجھے آپکی بے چینیوں سے مطلب؟
فرخ یہ بے اعتنائی ہے نگار!
نگار - گناہ تو نہیں ہے!
فرخ - تم اس وقت میری باتیں سننے سے بیزار معلوم ہوتی ہو۔
نگار - پانی سے چپ چاپ "تِھی" کھیلتی رہتی ہے۔

فرّخ۔ (کسیقدر جھنجلاکر) میں تم سے کہہ رہا ہوں نگار!
نگار۔ میں بھی تو سُن رہی ہوں۔
فرّخ۔ پھر جواب کیوں نہیں دیتیں؟
نگار۔ اس وقت میرا دل نہیں چاہتا۔
فرّخ۔ میں تمہیں سمجھانے آیا تھا ــــ سمجھانے تمہیں!
نگار۔ میں نادان تو نہیں۔
فرّخ۔ میں جانتا ہوں یہ ــــ میں سب کچھ جانتا ہوں لیکن ساتھ ہی ایک اور ضروری بات بھی کہنی ہے ُسنتی ہو تم؟ بہت ضروری بات!
نگار۔ (فرّخ کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) راز ہے کوئی؟
فرّخ۔ راز سے زیادہ مشکل!
نگار۔ تو پھر میں کیا کروں ُسنکر ــــ مشکل باتوں سے میرا جی گھبراتا ہے۔
فرّخ۔ تمہاری توجہ چاہیئے نگار ــــ اس وقت ایک مہم درپیش ہے۔ ایسی مہم جس پر غالب آنے سے تمہارے بختِ خفتہ جاگ اُٹھیں گے اور میرے بھی ــــ ُسنا تم نے؟
نگار۔ اور میرے کس طرح؟
فرّخ۔ (متبسّم ہوکر) اس طرح کہ تم ہمیشہ کے لئے میری ہو جاؤ گی۔
نگار۔ (مسرّت کو چھپاتے ہوئے بے اعتنائی سے) نہیں نہیں ــــ اب نہ سنونگی میں کچھ ــــ جاؤ تم ــــ یہی تھا وہ راز؟
فرّخ۔ کیا کہہ رہی ہو نگار تم؟
نگار۔ کچھ نہ سنونگی اب میں ــــ راز تھا یہ ــــ مہم ــــ؟
فرّخ۔ تم کو مجھ سے نفرت ہے شاید؟
نگار۔ تم یونہی سمجھ لو۔

فرّخ - اور تم کس طرح کہہ رہی ہو؟

نگار - جس طرح میرا دل چاہتا ہے۔

فرّخ - اس وقت تم عجیب قسم کی باتیں کر رہی ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

نگار - فرّخ کیا کرو گے سمجھ کر؟

فرّخ (مایوسانہ) ایک ضروری معاملہ میں تم سے مشورہ کرنے آیا تھا۔ مگر تم کچھ سنتی ہی نہیں تو خیر میں جاتا ہوں۔

نگار - مجھ سے مشورہ کرنے ——— کس بات میں؟

فرّخ - میری مدد کروگی؟

نگار - کس کام میں؟

فرّخ - پہلے وعدہ کرو۔

نگار - کس طرح؟

فرّخ - جو کچھ میں کہوں اُسے عملی جامہ پہنانے میں تمہیں عذر نہ ہونا چاہئے۔

نگار - ایک شرط ہے!

فرّخ - وہ کیا ہے؟

نگار - میری آبرو پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

فرّخ - میری شرافت پر بھروسہ کرو۔

نگار - تو کہو۔ مجھے بھی پھر انکار نہیں ہے۔

فرّخ - شہریار برہم نہیں ہیں۔

نگار - پھر کیا تھا وہ؟

فرّخ - ایک خیال!

نگار - خیال؟

فرّخ- ہاں بالکل عجیب سا خیال! وہ خیال اب تک شہریار کے دماغ میں گردش کر رہا ہے۔ نگار وہ شاید یونہی گردش کرتا رہیگا۔ گردش کرتا رہیگا اور بادشاہ کو پریشان کرتا رہے گا۔ اور بادشاہ کے ساتھ ہم سب کو بھی۔

نگار- آخر کب تک؟

فرّخ- ہاں یہی تو معلوم نہیں کب تک؟ شاید جب تک وہ خیال حقیقت کا جامہ نہ پہن لے۔

نگار- مگر فرّخ کیا خیال ہے وہ؟

فرّخ- شہریار کو ــــ ایک اَن دیکھے "حُسن" سے محبّت ہو گئی ہے۔ سمجھیں تم نگار؟ بالکل اَن دیکھے ــــ بس محض خیال میں بسا ہُوا ہے وہ یا شاید تصوّر میں بھی سمایا ہُوا ہو ــــ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نگار- لیکن فرّخ کچھ عجیب ہی سا خیال ہے۔ غور تو کرو اَن دیکھی چیز سے محبّت کیسی حیرت کی بات!

فرّخ- ہاں کچھ عجیب ہی سی بات ہے نگار!

نگار- (انداز معصومیت سے) ایسا ہو سکتا ہے؟

فرّخ- ہو سکتا ہے ــــ اور ہو چکا ہے ــــ میں نے سُنا ہے شاید سچ ہو۔ لیکن اب دیکھ بھی لونگا۔

نگار- پھر اس بے چینی کو دور کرنے کی کیا تدبیر سوچی تم نے؟

فرّخ- ابھی تک تو کوئی سمجھ میں نہیں آئی۔ اور شاید ہی آئے۔ اَن دیکھا حسن ــــ کہاں ڈھونڈوں؟ آسمان پر؟ زمین پر ــــ؟ کہاں ہوگا ــــ؟ کون بتا سکتا ہے نگار؟

نگار- کوئی نہیں بتا سکتا فرّخ۔ میں بھی نہیں بتا سکتی ــــ بادشاہ بھی نہیں بتا سکتا ــــ دنیا نہیں بتا سکتی۔

فرّخ- پھر کیا ہوگا نگار ہے ــــ شہریار کی اس بے چینی کو رفع کرنے کے لئے ــــ ہاں اور اگر اس میں کامیابی ہوئی تو بادشاہ ہماری آرزوؤں کی تکمیل میں پس و پیش نہ کریگا۔ میں جانتا ہوں

اُس کی فطرت، وہ سب کچھ ہمیں بخش دیگا۔ جو کچھ ہم طلب کریں گے ـــــ نگار تم کسی بہت گہرے خیال میں ڈوبی ہوئی ہو؟

نگار۔ (سر اُٹھاتے ہوئے) کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آتی۔

فرخ۔ مجھے مایوس لوٹنا پڑ رہا ہے۔

نگار۔ بات ہی ایسی پیچیدہ ہے فرخ۔

فرخ۔ (مایوسانہ لہجہ میں سر جھکائے ہوئے) کس کا حُسن ہوگا ایسا؟

نگار۔ مشتری کا۔

فرخ۔ وہ نظر آتی ہے۔

نگار۔ زہرہ کا۔

فرخ۔ وہ بھی چھپی نہیں رہتی۔

نگار۔ جنّت کی حور ہوگی!

فرخ۔ عقل کی رسائی ناممکن ہے وہاں تک!

نگار۔ آنکھیں بھی نہیں دیکھ سکتیں۔

فرخ۔ تصوّر میں بھی نہیں سما سکتا۔

نگار۔ (مستفسرانہ انداز سے) پھر کیا ہوگا فرخ؟

[زمرّد، قصر کی ایک دوسری کنیز اُدھر آنکلتی ہے اور دونوں کو یکجا دیکھ کر درختوں کی آڑ میں چھپتی ہوئی اُن کے قریب آکر ٹھہر جاتی ہے۔ اور ان دونوں کی گفتگو سُننے کی کوشش کرتی ہے]

فرخ۔ آرزوؤں کی پائمالی۔

زمرّد۔ (خود سے) آرزوؤں کی پائمالی ـــــ کس کی آرزوئیں؟ ـــــ فرخ کی؟ نہیں نگار کی ـــــ نہیں دونوں کی ـــــ مگر کیوں؟ کیا ارادہ ہے ان کا؟ ـــــ کوئی راز ہے؟

شہریار سے کہدوں؟ انجام کیا ہوگا ـــــ؟ فرخ بادشاہ کا چہیتا ہے۔ بادشاہ فرخ کی سُنے گا ضرور سُنے گا اور وہی کرے گا جو وہ کہیگا]

نگار۔ (چُپکے سے) کیا معنے اس کے؟

فرخ۔ معنے۔ محرومی!

نگار۔ اور مایوسی بھی شاید!

فرخ۔ ہاں اور ناکامی بھی (سوچ میں پڑ جاتا ہے)

زمرد۔ (خود سے) ناکامی ـــ مایوسی۔ کیا ہے یہ سب؟ ـــ اور قریب سے جاکر سُنوں؟ مگر پتے کھڑکینگے ـــــ ان کو شبہ ہوگا۔ مجھے جاسوس سمجھیں گے اور ـــ

نگار۔ تم چپ ہو گئے فرخ؟

فرخ۔ کیا کروں پھر؟ اب میں جاؤنگا!

(زمرد آہستہ آہستہ وہاں سے نکلکر بھاگتی ہے۔ پتے ہلنے لگتے ہیں۔ اور قدموں کی آواز بہت آہستہ سُنائی دیتی ہے)

نگار۔ (پتوں کو ہلتا ہوا دیکھ کر) یہ پتے کیوں ہل رہے ہیں؟

فرخ۔ ہوا سے شاید؟

نگار۔ نہیں کچھ اور ہے!

فرخ۔ کوئی پرندہ ہوگا!

نگار۔ نہیں!

فرخ۔ گلہری ہوگی۔

نگار۔ یہ بھی نہیں۔

فرخ۔ پھر کیا؟

نگار۔ (مبہوت ہوکر) کوئی آیا تھا فرخ۔ اور ہماری باتیں سُن رہا تھا۔ معلوم نہیں کون؟ ــ

مگر کوئی آدمی تھا۔

فرّخ ۔ (بے پروائی سے) وہم ہے تمہارا۔

نگار۔ (وحشت آفریں نگاہیں اِدھر اُدھر ڈال کر) نہیں تھا کوئی ضرور دیکھو ذرا اُدھر جاکر — جاسوس تھا کوئی؟

فرّخ ۔ جاسوس ۔ ہماری جاسوسی — کس بات کی؟

نگار۔ ہماری "محبّت" کی جاسوسی — آہ اب بادشاہ جان لے گا — فرّخ برا غضب ہُوا۔ (وہ بہت خوفزدہ ہو جاتی ہے)

فرّخ ۔ نہ گھبراؤ نگار۔ بادشاہ کو معلوم ہے!

نگار۔ کیا معلوم ہے؟

فرّخ ۔ ہماری سچّی محبّت کا حال!

نگار۔ سچ کہہ رہے ہو (اس کے ہونٹوں پر تبسّم آجاتا ہے)

فرّخ ۔ یقین نہیں آتا تمہیں؟ اچھا تو اب میں جاتا ہوں۔

نگار۔ اچھا جاؤ خدا حافظ — میں بھی تھوڑی دیر کے بعد چلی جاؤں گی۔

فرّخ ۔ (چلتے چلتے) ہاں مگر خیال رکھنا اس بات کا۔ شاید کوئی تدبیر سمجھ میں آجائے۔

نگار۔ میں اس کو نہ بھولوں گی۔

(فرّخ چلا جاتا ہے۔ نگار پانی سے کھیلنے لگتی ہے)

پہلا ایکٹ — تیسرا منظر

سین :۔ باز بہادر کی خوابگاہ۔

[باز بہادر ایک گمشدگی کے عالم میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہا ہے۔ اور ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ وہ ابھی خواب سے بیدار ہُوا ہے)

باز بہادر۔ (خود سے) آہ کیسا دلکش خواب تھا۔ کتنا دلکش! ــــ اور وہ لڑکی ــــ اور اس کا حُسن ــــ اُس کی باتیں۔ اُس کی معصومیت۔ یہ سب کچھ گویا خواب تھا ــــ ہائے کیوں دیکھا تھا یہ خواب میں نے؟ ــــ کاش میں خواب نہ دیکھتا ــــ اب تو مجھے زندگی بھر چین نہ آئے گا ــــ افسوس بادشاہ ہوں مگر سکون نہیں۔ دولت ہے مگر قسمت میں راحت نہیں۔ لعنت ہے ایسی بادشاہی پر، ایسی حکمرانی پر ــــ جو میرا چین میرا آرام اور میرا سکونِ قلب مجھ سے چھین لے۔

(فرّخ آتا ہے باز بہادر کے چہرے پر پریشانی کا غبار دیکھ کر خود اُس کے دل پر اضطراب کے بادل چھا جاتے ہیں)

فرّخ۔ شہریار کا مزاج بخیر ہے؟

باز بہادر۔ (چونک کر) تم آگئے فرّخ تم سے کچھ کہنا تھا مجھے۔

فرّخ۔ اس وقت پریشان ہیں شہریار!

باز بہادر۔ سچ کہتے ہو ــــ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اور اُس نے مجھے اور بھی بے چین کر رکھا ہے۔

فرّخ۔ خواب سے پریشان ہیں آپ؟

باز بہادر۔ کچھ بہت دلچسپ ــــ نہیں نہیں۔ کچھ بہت عجیب سا خواب تھا۔ ابھی تک دماغ پر اس کے اثرات باقی ہیں۔ آنکھوں میں اس کے مناظر سمائے ہوئے ہیں۔ اور دل میں اس کے احساسات چھپے ہوئے ہیں۔ اور یہ سب مجھے قرار سے بیٹھنے نہیں دیتے۔

فرّخ۔ وہ خواب مجھے معلوم ہو سکتا ہے شہریار؟

باز بہادر (اندازِ شفقت سے) تم سب کچھ جان سکتے ہو میرے متعلق یہ تو خواب ہے۔ ایک بے حقیقت شے!

فرخ - ڈراؤنا اور ہیبت ناک خواب تھا؟

باز بہادر - نہیں اس کے بالکل برعکس! ـــ سنو - میں نے دیکھا کہ معلوم نہیں کہاں میں ایک دریا کے کنارے کھڑا ہوا پانی کے چھپکے چھپکے بہنے والی لہروں کو دیکھ رہا ہوں۔ یکایک میری نظر دریا کے ایک بہت بڑے کنول کے پھول پر پڑی۔ وہ پھول رفتہ رفتہ کشتی بنگیا اور اس کشتی میں کوئی حسین عورت بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ کشتی آہستہ آہستہ بہتی ہوئی میرے پاس آکر ٹھہر گئی ـــــ فرخ کاش تمہاری نگاہیں بھی اس وقت میرے ساتھ ہوتیں۔ کہ تم اس لڑکی کا جمال جہاں آرا دیکھ سکتے جو اس کشتی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

(باز بہادر کی نگاہوں میں خواب کی دوشیزہ کا پیکر سما جاتا ہے)

فرخ - خاموش ہو گئے شہریار؟

باز بہادر - (چونک کر) اُسی کو دیکھ رہا تھا فرخ اس وقت۔ اس کا تصور اب کبھی مٹنے والا نہیں ـــــ ہاں تو وہ لڑکی اس کشتی سے اُتر کر میری طرف بڑھی۔ میں اُس کے حسن کی تجلیوں میں گم ہو رہا تھا۔ مجھے اپنی اور دنیا کی کچھ خبر نہ تھی۔

فرخ - انجام شہریار؟

باز بہادر - انجام؟ آہ انجام ہی تو تڑپا رہا ہے۔ میں اس کو دیکھتے دیکھتے بے قابو ہو گیا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ مجھے گھور رہی تھی۔ اور میں ـــــ اُسے۔ وہاں اور کوئی نہ تھا وہ تھی اور میں! وہ بالکل چپ تھی اور میں بھی بالکل ساکت ـــــ میں نے انجام پر غور کئے بغیر اپنے آرزومند بازو اس کے گرد پھیلا دئے..........

فرخ - کیا ہوا پھر شہریار؟

باز بہادر - (بہت مایوسانہ لہجہ میں) وہاں کچھ نہ تھا ـــــ فرخ وہ سب کچھ ـــــ وہ سارا طلسم، وہ ساری دنیا۔ بس میری اس حرکت سے چشم زدن میں فنا ہو کر رہ گئی ـــــ فرخ وہی ایک صورت ہے جس کو دیکھ کر میرے قلب مضطرب کو سکون اور میری نظروں کو فرحت

حاصل ہو سکتی ہے۔

فرّخ ۔ گستاخی معاف! آپ نے کل کے خیالات کی وجہ سے ایسا خواب دیکھا ہے۔ یہ کوئی بے چینی کی بات تو نہیں ہے۔

باز بہادر ۔ تم کیا جانو فرّخ ۔ یہ کچھ ہمارا ہی دل اچھی طرح جانتا ہے۔ موتی جب صدف کے اندر ہوتا ہے صرف وہی صدف اُس کو جان سکتی ہے۔ دوسرے کو اسکی کیا خبر؟

فرّخ ۔ بجا ہے شہریار!

باز بہادر ۔ میرے دل و دماغ میں بیتابی کا ایک سمندر سمٹ کر آگیا ہے ...... اور یہ چڑھا ہوا سمندر اُسیوقت اُتر سکتا ہے جب میرا خواب حقیقت کا جامہ پہن لے سنتے ہو فرّخ۔

فرّخ ۔ ان خیالات سے شہریار اور زیادہ پریشان ہونگے۔

باز بہادر ۔ پھر کوئی راستہ اس زنداں سے نکلنے کا بتاؤ۔

فرّخ ۔ گانے سے طبیعت بہل جائے گی۔ اور اس وقت میں بھی گاؤں گا۔

باز بہادر ۔ (بے پروائی سے) اس سے کچھ نہ ہوگا۔

فرّخ ۔ عرصہ سے شہریار نے زمرّد کا رقص بھی نہیں دیکھا۔

باز بہادر ۔ وہ بھی اس وقت فضول ہے۔ (دونوں خاموش رہتے ہیں)

فرّخ ۔ (چند لمحوں کے بعد) پھر کیا حکم ہے شہریار؟

باز بہادر ۔ شکار کی تیاری کا حکم دو۔ ہم شکار سے طبیعت بہلائینگے۔ شاید بہل جائے۔ یہاں رہنے سے خیالات اور ستائیں گے۔

فرّخ ۔ بسر و چشم ۔ شہریار!

(فرّخ چلا جاتا ہے)

دوسرا ایکٹ ——— پہلا منظر

سین - جنگل -

[باز بہادر ایک سفید گھوڑے پر آگے آگے، اور فرخ اور ناظم پیچھے سیاہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ان کے علاوہ دو سوار پیچھے ہیں]

باز بہادر - کیسا سہانا وقت ہے -

فرخ - صبح کا وقت ایسا ہی خوشگوار ہوتا ہے شہریار -

باز بہادر - چڑیاں تسبیح میں مصروف ہیں -

فرخ - درخت حمد باری میں جھوم رہے ہیں -

ناظم - پہاڑ اس کی عظمت اور رفعت کے اعتراف میں ساکت ہیں -

باز بہادر - اُفق کا رنگ کسقدر جاذب نظر ہے ؟

فرخ - ہوا کتنی نکہت بار ہے شہریار -

ناظم - پھول کیسے مہک رہے ہیں عالی جاہ ؟

باز بہادر - اور وہ سامنے ہری بھری کھیتیاں کیسی لہلہا رہی ہیں -

فرخ - ان کی سبزی سے دماغ تر و تازہ ہوا جا رہا ہے -

ناظم - قدرت کی رعنائیاں ان میں بسی ہوئی ہیں -

باز بہادر - اور وہ سامنے آئینہ کی طرح کوئی ندی ہے -

فرخ - ندی کا پانی کیسا چمک رہا ہے -

ناظم - اور مچھلیں کیسی چہلیں کر رہی ہیں -

باز بہادر - کچھ دیر ٹھہر کر ندی کا لطف اُٹھائیں -

فرخ - بجا ہے شہریار -

(سب ندی کے کنارے آکر ٹھہر جاتے ہیں)

باز بہادر۔ اس ندی کا نام؟

فرّخ۔ کالی۔ شہر یار!

باز بہادر (ہاتھ اُٹھاتے ہوئے) وہ اُس طرف کوئی گاؤں آباد ہے۔ ندی کے دونوں طرف؟

ناظم۔ سارنگ پور۔ عالی جاہ۔

باز بہادر۔ کتنی دور ہے یہاں سے؟

ناظم۔ کئی میل دور ہے عالی جاہ۔

باز بہادر۔ ہم شکار کو اُسی طرف جائینگے ـــــ اور وہ بہت دور کوئی کشتی بہہ رہی ہے۔

فرّخ۔ لوگ اس پار سے اُس پار جا رہے ہیں۔

باز بہادر۔ اچھا چلو اب ہم شکارگاہ کی طرف چلیں۔

فرّخ۔ بجا ہے شہر یار۔

ناظم۔ وہ بائیں طرف اس چھوٹے سے میدان میں کچھ ہرن نظر آرہے ہیں۔

باز بہادر۔ یہیں ٹھہر جاؤ۔

فرّخ۔ میں تعاقب کروں۔

باز بہادر۔ نہیں۔

ناظم۔ عالی جاہ مجھے حکم ہے؟

باز بہادر۔ نہیں میں خود جاؤنگا ـــــ تم سب یہیں ٹھیرو ـــــ ٹھیرو اور دیکھتے رہو۔

[باز بہادر گھوڑا آگے بڑھاتا ہے۔ ناظم اور فرخ یہیں ٹھہر جاتے ہیں۔]

فرّخ۔ (ناظم سے مخاطب ہوکر) ہمارا شہر یار کسقدر بلند حوصلہ ہے۔

ناظم۔ بیحد شجاع ہے۔

ایک سوار۔ بے انتہا دلیر!

دوسرا سوار۔ نہایت جنگجو!
فرخ۔ وہ دیکھو شہریار ہرن کے قریب پہنچ گئے۔
ناظم۔ وہ بھاگ رہے ہیں۔
ایک سوار۔ جہاں پناہ ایک ہرن کا تعاقب فرما رہے ہیں۔
فرخ۔ گھوڑا تو ہوا سے باتیں کر رہا ہے۔
ناظم۔ شہریار اب تو بہت دور نکل گئے۔ وہ درخت کی آڑ میں۔
فرخ۔ کہاں مجھے نظر نہیں آتا۔
ایک سوار۔ ہم کو بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔
ناظم۔ اب میری نگاہوں سے بھی چھپ گئے۔
فرخ۔ چلو اب ہم لوگ ذرا تیزی سے چلیں۔ ورنہ بہت پیچھے رہ جائینگے۔
(گھوڑے آگے بڑھائے جاتے ہیں)

دوسرا ایکٹ ——— دوسرا منظر

سین۔ ایک سبزہ زار میں، چند بڑے گھنے درختوں کے سائے میں ایک شفاف جھیل ہے جسمیں پانی کی سفید سطح سورج کی کرنوں کے ساتھ ہم آغوش ہو کر جھلمل جھلمل کر رہی ہے۔

روپ متی اپنی عزیز سہیلیوں، لیلاوتی، اسندرا اور تارا کے ساتھ نہا رہی ہے اور سب پانی سے کھیل رہی ہیں۔ جھیل کے کنارے کپڑے اور گاگر وغیرہ رکھے ہیں۔

تارا۔ (روپ متی پر پانی پھینک کر) روپا۔ یہ میری محبت کے پھول ہیں۔

سندر۔ (روپ متی پر پانی کا چھینٹا مارتے ہوئے) یہ میرے پیار کے موتی ہیں۔
لیلاوتی۔ (روپ متی پر پانی پھینک کر) اور یہ میرے پریم کی کلیاں ہیں۔
روپ متی۔ (پانی منہ پر سے پونچھتے ہوئے) تم لوگ مجھے بے حد ستاتی ہو۔ آخر مجھ اکیلی کو کیوں اسقدر چھیڑتی ہو۔ کیا دوسرا کوئی نہیں ملتا۔
لیلاوتی۔ اس لیئے کہ تم سب سے زیادہ حسین ہو۔ پیاری روپ متی۔
سندر۔ اور سب سے زیادہ نازک اندام بھی۔
تارا۔ اور سب سے زیادہ دلربا بھی۔
روپ متی۔ (کسیقدر شرماتے ہوئے) بڑی شوخ ہو تارا۔ لیلاوتی تم بھی شریر ہو چلی ہو۔ سندر تو پہلے ہی سے بہت چلبلی واقع ہوئی ہے ــــ تم سب ایک طرف ہو جاتی ہو اور مجھے اکیلا چھوڑ دیتی ہو۔
لیلاوتی۔ ہمارا دل ہی تم کو چھیڑنے کو چاہتا ہے۔ ہم کیا کریں؟
سندر۔ (پانی دوبارہ اُچھالتے ہوئے) اور ہاں دریا میں تو یہ کہنا بھول ہی گئی۔ کہ پانی کے قطرے ہم سے زیادہ خوش نصیب ہیں۔
لیلاوتی۔ کیسے؟
سندر۔ یہ پانی کے قطرے جب اُچھالے جاتے ہیں تو روپا کے رخساروں کے بوسے لینے لگتے ہیں۔ اور ہم یونہی محروم رہ جاتے ہیں۔
روپ متی۔ دیکھو تم بہت سر چڑھتی جا رہی ہو۔ اگر زیادہ ستاؤگی تو میں رو دونگی۔
تارا۔ رو دوگی۔ روپا کیسا بھلا معلوم ہوگا۔ سچ کہتی ہوں کہ تمہیں روتا دیکھ کر مجھے اور بھی خوشی ہوگی۔
لیلاوتی۔ نہیں نہیں اب زیادہ نہ چھیڑو۔ بس ہنسی ہنسی کی حد تک اچھی۔
سندر۔ مگر لیلاوتی مجھے حیرت ہے کہ یہ پھول یونہی ابتک پڑا ہے۔ اس کا کوئی قدردان

نہیں پیدا ہوا۔ میرا مطلب سمجھیں۔ کوئی بلبل۔

لیلاوتی ۔ یہ تو تم سچ کہتی ہو۔

تارا ۔ میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔

روپ متی ۔ میں بہت برداشت کر رہی ہوں اور تم لوگ ہو کہ اور ستائے جا رہی ہو۔ میں پھر کسی سے نہ بولوں گی۔

سندر ۔ روٹھنا تو تمہاری فطرت میں داخل ہے۔

تارا ۔ یہ بھی حُسن کا تقاضا ہے۔

لیلاوتی ۔ پھول کی ادا ہے۔

روپ متی ۔ (جھنجلا کر) تم لوگوں کی شرارت ہے۔

سندر ۔ مگر سچ پوچھو تو تمہاری دلچسپی اسی میں ہے۔

روپ متی (جھنجلا کر) آخر آج تم سب کیوں اتنی میرے پیچھے پڑ گئی ہو۔

لیلاوتی ۔ روپا، تم ہماری باتوں سے بیزار معلوم ہوتی ہو۔ مذاق میں تو ناراض نہ ہونا چاہئے۔

روپ متی ۔ ایسی بھی کیا ہنسی کہ آدمی رو دے!

لیلاوتی ۔ اچھا تو اب ہم تم سے مذاق نہ کرینگے —— چلو تارا —— نہا چکیں سندر؟ —— جلدی کرو، اب ہم گھر جائیں گے۔ ہمیں جلد جانا ہے نا آج؟

(روپ متی متنفسرانہ انداز سے لیلاوتی کو گھورنے لگتی ہے)

تم نہاؤ ابھی روپا، ہم کو کام ہے۔ ہم سب جا رہے ہیں۔

روپ متی ۔ نہیں نہیں میں اکیلی نہ ٹھیروں گی یہاں —— تم سب مجھ سے ناراض ہو کر جا رہی ہو —— مجھ سے خفا ہو کر۔ مجھے تنہا چھوڑ کر۔

(تارا اور سندر گاگر بھرنے لگتی ہیں)

کیوں لیلاوتی؟ —— تم سب جا رہی ہو؟ مجھے نہ لے چلوگی؟ یہ بھی کوئی مذاق ہے؟

سندر - تم کیوں چل رہی ہو ابھی؟ ہمیں تو جلدی ہے۔ تم نہاؤ۔ ہم ابھی لوٹ کر آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں۔

روپ متی - خیر تم جا رہی ہو تو جاؤ۔ مجھے نہ لے چلو میں زبردستی نہیں کرتی۔ تم لوگوں نے آج معلوم نہیں کیا ٹھان لی ہے۔ جو ایسی لا پروائی برت رہی ہو۔

لیلاوتی - نہیں لا پروائی نہیں۔ ہمیں کام ہے اور جلد گھر پہنچنا ہے۔ سچ ——— ابھی لوٹ کر آئیں گے۔ تم نہاؤ جب تک۔

[روپ متی خاموش رہتی ہے۔ سب اپنے اپنے گاگر بھر کر چلنے لگتی ہیں۔ ان کے جانے کے ذرا دیر بعد روپ متی خود بھی کپڑے بدل کر جانے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس اثنا میں وہ لوگ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں]

روپ متی - (خود سے) ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔ آخر آج ان لوگوں کا مجھے تنہا چھوڑ جانے سے کیا مقصد ہے؟ ——— بس مجھے ستانے کے لئے، اور کچھ نہیں ہو سکتا اور کچھ نہ ہوگا۔

[روپ متی گاگر اٹھا لیتی ہے۔ اور انہیں خیالات میں محو ہو کر آگے بڑھنے کا ارادہ کرتی ہے]

باز بہادر ہرن کے تعاقب میں بہت دور نکل جاتا ہے۔ اور پھر پیاس کی شدت سے بیتاب ہو کر اس جھیل کی طرف آتا ہے۔ دور سے وہ روپ متی کو دیکھ کر، گھوڑے کو وہیں ایک درخت سے باندھ دیتا ہے۔ اور درختوں کی آڑ میں ہوتا ہوا وہ روپ متی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ وہ اُس کے حُسن سے بیحد متاثر ہوتا ہے اور اُسے خیال آتا ہے کہ بالکل ایسی "حُسن کی پُتلی" اُس نے خواب میں دیکھی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہی لڑکی اُس کے خواب میں آئی تھی۔ وہ اُس کو دیکھ کر پیاس وغیرہ سب بھول جاتا ہے۔ اس اثنا میں روپ متی گاگر بھر کر قدم اُٹھاتی ہے باز بہادر درختوں کی آڑ سے باہر نکل آتا ہے۔ (روپ متی

اُس کو دیکھ کر بہت ہراساں اور خوفزدہ ہو جاتی ہے)

روپ متی۔ کون ——— مغل؟

(وہ مارے ہیبت کے ایک منٹ کے لئے بالکل ساکت اور بے حس و حرکت ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا قدم آگے نہیں اُٹھتا۔ اُس کا جسم دہشت کی وجہ سے کانپنے لگتا ہے۔ اور گاگر ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑتا ہے]

باز بہادر۔ (روپ متی کی اس ہیبت کو دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے) ڈرو نہیں ——— گھبراؤ نہیں ——— میں وہ نہیں ہوں جس سے تم ڈرتی ہو۔ میں ایک پردیسی ہوں۔ بھٹکا ہوا مسافر ہوں۔

روپ متی۔ (قدرے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے) لباس سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ——— مگر میرے پاس ——— (وہ کچھ کہتے کہتے رُک جاتی ہے)۔ ——— مسافر ہیں آپ؟ (وہ باز بہادر کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتی ہے) راستہ بھول گئے ہیں آپ؟ ——— کیا چاہتے ہیں ———؟

باز بہادر۔ جو کچھ میں چاہتا تھا اب نہیں چاہئے۔ میرے دل میں پہلے ایک خواہش ضرور تھی لیکن اب دوسری آرزو نے اُس کی جگہ لے لی ہے۔

روپ متی۔ (اس کی اس پیچیدہ گفتگو کو نہ سمجھتے ہوئے معصومانہ انداز سے) آپ کی باتیں تو بالکل پہیلیاں معلوم ہوتی ہیں۔ پہیلیاں بوجھا رہے ہیں آپ؟

باز بہادر۔ تم نہیں سمجھتیں میری باتیں ——— تم کتنی بھولی لڑکی ہو۔ کتنی معصوم ———!

روپ متی۔ (جیسے وہ کچھ پوچھنا بھول گئی تھی) ——— مگر آپ کون ہیں؟

(وہ اس کے لباس کو اور اُس کے جسم کو غور سے سر سے پیر تک دیکھنے لگتی ہے)

——— ہویدا رہیں ——— ؟ شہزادے ہیں ——— ؟ ——— حکمران ہیں؟

باز بہادر۔ (اپنی بے تابیوں کو چھپاتے ہوئے منکسرانہ انداز میں) نہیں یہ کچھ نہیں ———

صرف ایک راستہ بھولا ہُوا مسافر!

روپ متی۔ پیاسے ہیں آپ؟ پانی کی تلاش میں آئے ہیں؟

باز بہادر۔ ہاں ذرا اپنے لوٹے میں پانی لادو ——

(روپ متی چھوٹے لوٹے میں، جھیل کا پانی بھرنے لگتی ہے)

(خود سے) آہ یہی ہے وہ تار — وہ مضراب جس کے لئے دل کا ساز تڑپ رہا تھا، — کیسی حسین — کتنی سندر۔ کتنی معصوم۔ مگر

[روپ متی پانی لے کر آتی ہے]

روپ متی۔ (لوٹا، باز بہادر کی طرف بڑھاتے ہوئے) لیجئے۔

[باز بہادر روپ متی کے نازک اور خوبصورت بازوؤں کو دیکھ کر، یہ خیال کئے بغیر کہ وہ کہاں ہے اور کس سے باتیں کر رہا ہے۔ اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگتا ہے]

باز بہادر۔ (ہاتھوں کو حریص نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) یہ بلّوریں کلائی یہ نازک ہاتھ —— ان ہاتھوں کو تو کسی بادشاہ کے محل میں ہونا چاہیئے تھا۔ کہ ان پر بوسوں سے مُہر محبّت ثبت کی جاتی —— یہ نازک اُنگلیاں اس قابل ہیں کہ کسی کے سازِ دل کو چھیڑ کر اُس کے جذبات میں تلاطم برپا کر دیں۔

[روپ متی جو باز بہادر کے حُسن اور حُسنِ سلوک سے متاثر ہو جاتی ہے —— بلکہ درحقیقت باز بہادر کی محبّت اُس کے نازک دل میں گھر کر لیتی ہے —— کچھ نہیں سوچتی کہ وہ کن الفاظ سے مخاطب کی جا رہی ہے۔ اُسے ان باتوں میں ایک سرور اور لطف آتا ہے۔ لیکن وہ شرما کر سر جھکا لیتی ہے]

نہیں یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے پانی کے گاگر اُٹھوائے جائیں۔

روپ متی۔ باتیں ہی بناتے رہینگے یا پانی بھی پیئنگے آپ؟

باز بہادر۔ (لوٹا لے کر) ہاں بھول گیا —— لاؤ ان ہاتھوں کو زیادہ زحمت دینا نہیں

چاہتا۔ (لوٹا لے کر پانی کو دیکھتا ہے) مگر ــــ مگر ــــ (مایوسی کے ساتھ) یہ پانی ہے۔

روپ متی۔ پھر اور کیا چاہیئے آپ کو؟

باز بہادر۔ ہاں اسی کی ہوس تھی ــــ مگر یہ صرف پیاس بجھا سکتا ہے زبان کی پیاس ــــ دل کی نہیں۔

روپ متی (جیسے اُس نے کچھ سنا ہی نہیں) اچھا آپ نہ پئینگے؟ خیر ــــ لیکن اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے اب جانا چاہیئے۔ میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتی۔

باز بہادر۔ ہاں جاؤ ــــ اپنی مرضی سے ــــ تمہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ میں بھی نہیں روک سکتا۔

روپ متی۔ (دلربایانہ انداز سے باز بہادر سے آنکھیں ملاکر) نہ جاؤں میں؟

باز بہادر۔ میں نہیں کہہ سکتا ــ میں کیسے کہوں ــــ میری آنکھیں ابھی تمہارے جلوے سے سیراب نہیں ہوئیں۔ میں ایک مدت سے ایک اَن دیکھی چیز کا شیدائی تھا ــــ تمہیں دیکھ کر ــــ ہاں اور معلوم نہیں تمہاری کس بات کو دیکھ کر میرے دل کو تھوڑا سا سکون نصیب ہوا ہے ــــ مگر تم جا رہی ہو ــــ میں اپنے پاک ارادے، اپنا جذبات سے بھرا ہوا دل، چیر کر دکھا سکتا تمہیں کاش ــــ مگر تم جاؤ۔ تم جا سکتی ہو ــــ تمہیں روک نہیں سکتا میں!

روپ متی۔ (تمکنت نسائی سے) ایک شریف لڑکی سے آپکو ایسی باتیں نہ کرنی چاہئیں۔

باز بہادر۔ (عاجزانہ انداز سے جیسے وہ یہ بات کہہ کر نادم ہو گیا ہے) ایسی باتیں ــــ؟ میری باتوں میں کیا ہے؟ ــــ میرے دل میں تمہاری وقعت ہے ــــ تمہارا احترام ہے ــــ مگر تم ناراض ہوتی ہو ایک پردیسی سے ــــ وہ جو تمہارا قدردان ہے۔ (لفظ "قدردان" سنکر وہ اس طرح چونک پڑتی ہے جیسے سو رہی ہو۔ اُسے فوراً یاد پڑا کہ تھوڑی ہی دیر قبل اُسکی ایک سہیلی سندر نے یہی الفاظ کہے تھے) اس میں

کوئی عیب کی بات تو نہیں۔ تمہیں [وہ محبت کے جوش میں زیادہ محبت آمیز الفاظ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس لئے رُک رُک کر، اور سوچ سوچ کر کہہ رہا ہے کہ کہیں اُس کی باتوں سے روپ متی کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچے] ـــــ ناگوار گذرا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔

روپ متی۔ (مطمئن انداز سے باز بہادر کو دیکھ کر) مجھے آپ کی طرف سے ہر طرح کا اطمینان ہے۔ یہ تو کوئی معافی کی بات نہیں۔

باز بہادر۔ (کچھ سوچتے ہوئے) کیا میں نام پوچھ سکتا ہوں۔

روپ متی۔ (اس سوال سے اپنی توہین سمجھ کر خفگی کے ساتھ) میرا نام کیوں؟ ـــــ اس سے آپ کو کیا واسطہ؟ ایک مسافر کو کسی کے نام و نشان سے کیا غرض! آپ پانی پی لیجئے اور اپنے راستہ پر سدھاریئے۔

باز بہادر۔ (زیادہ انکسار سے) تم ناحق ناراض ہوتی ہو۔ یہ کوئی گناہ تو نہیں ـــــ جو کچھ میں نے کہا۔ تم نے مجھ پر پانی پلا کر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اتنا بڑا احسان کہ اس کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم یہ بھی ممکن ہے۔ اور اُس وقت شاید تمہارے نام کی ضرورت ہو۔ اور پتہ کی بھی ـــــ

روپ متی۔ مہربان یہ احسان تو نہیں ہے۔ پردیسی کی مدارت کرنا اور پیاسے کو پانی پلانا تو ایک بہت بڑا انسانی فرض ہے۔ پھر اس کے بدلہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

باز بہادر۔ مگر نام بتانے میں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

روپ متی۔ (نگاہیں نیچی کر کے شرماتے ہوئے) روپ متی!

باز بہادر۔ کتنا پیارا نام ہے؟ کتنا خوبصورت؟ ـــــ اور تمہارے باپ کیا کرتے ہیں؟

روپ متی۔ یہ میں نہ بتاؤں گی۔

باز بہادر۔ تمہارا گھر کہاں ہے؟

روپ متی۔ یہ بھی میں نہ بتاؤں گی۔

باز بہادر۔ خیر اگر مناسب نہیں تو نہ بتاؤ میں مجبور نہیں کر سکتا۔ مگر روپ متی تم کھڑے کھڑے تھک گئی ہوگی۔ اس پتھر پر بیٹھ جاؤ۔

روپ متی۔ (اپنی سہیلیوں کا خیال کر کے) نہیں اب میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی۔ میری سکھیاں میرا انتظار کر رہی ہونگی۔ آج مجھے اشنان کرنے میں بہت دیر ہو گئی —— اس لئے وہ سب مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔ اور انہیں کچھ کام بھی تھا جلدی جانے کا۔ لیکن اگر اور دیر ہو گئی تو کوئی نہ کوئی ضرور میری تلاش میں آئے گی۔ سمجھے آپ۔ مجھے اب جانے دیجئے۔

باز بہادر۔ (بادلِ ناخواستہ) اچھا جاؤ روپ متی —— میں اپنی وجہ سے تمہیں زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

روپ متی۔ میں جا رہی ہوں۔ لیکن آپ نے ابتک یہ نہ بتایا کہ آپ کون ہیں۔

باز بہادر۔ (ایک خفیف سے خوف اور بیقراری کے ساتھ) یہ نہ پوچھو روپ متی!

روپ متی۔ (بہت معصومانہ انداز سے باز بہادر کو دیکھ کر) کیوں؟

باز بہادر۔ اس سے تمہیں تکلیف ہوگی اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

روپ متی۔ (بھولے پن سے) یہ جان لینے میں تو کوئی تکلیف نہیں۔

باز بہادر۔ روپ متی اس خیال کو جانے دو۔ تم تکلیف سے واقف نہیں ہو! ابھی تمہاری کم سنی اس کی کافی دلیل ہے —— بس یہی سمجھ لو۔ کہ میں ایک مسافر ہوں۔ ایک بھٹکا ہؤا مسافر۔

روپ متی۔ (تمکنت نسائی سے) مگر آپ کا انکار بے جا ہے۔

باز بہادر۔ تم برداشت نہ کر سکو گی۔

روپ متی۔ طوفان ہے؟

باز بہادر۔ نہیں اس سے زیادہ خوفناک!

روپ متی۔ گرج ہے؟

باز بہادر۔ نہیں اس سے زیادہ پُر شور!

روپ متی۔ کوئی ہرج نہیں۔ میں سب کچھ سہ لونگی۔ میری فطرت عورتوں کی فطرت ہے۔ اور اس لئے میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں۔

باز بہادر۔ میں آخری بار کہتا ہوں۔ تمہیں فضول تکلیف ہوگی۔ اور میں الگ بےچین ہو جاؤنگا۔

[روپ متی کسی گہرے سوچ میں ڈوب جاتی ہے۔ باز بہادر کچھ ایسا بے چین سا ہے اور روپ متی کو ایسی بیتاب نظروں سے دیکھ رہا ہے جیسے وہ جانتا ہے کہ نام بتا دینے سے روپ متی پر کیا بُرا اثر پڑیگا۔]

روپ متی۔ ہاں میں نے سوچ لیا۔ آپ نام بتایئے۔

باز بہادر۔ (ڈرتے ڈرتے) مالوہ کی راجدہانی سے واقف ہو روپ متی؟

روپ متی۔ ہاں! —— (حیرت سے) آپ وہاں کے حکمران ہیں؟

باز بہادر۔ جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟

روپ متی۔ [یہ سُنکر کہ وہ مالوہ کا بادشاہ ہے خوف۔ استعجاب اور ندامت سے متاثر ہوکر] —— بادشاہ —— شہزادے —— حکمران —— میں نے بہت گستاخی کی آپ سے!

باز بہادر۔ اس کا خیال نہ کرو روپ متی!

روپ متی۔ معاف کیجئے۔ جہاں پناہ!

[وہ ندامت سے سر جھکا کر معافی مانگتی ہے اور اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیتی ہے]

آپ ہمارے حکمران ہیں۔ ہم آپ کی رعایا ہیں۔ پرجا ہیں۔

باز بہادر۔ پیاری روپ متی۔ اس طرح تم مجھے بہت شرمندہ کر رہی ہو۔

دیکھو ادھر!

[باز بہادر آگے بڑھ کر روپ متی کے ہاتھ پیار سے اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہے
وہ سر جھکائے کھڑی رہتی ہے]

یہ تم کو زیب نہیں دیتا —— ہرگز نہیں تم معصوم ہو ابھی روپ متی ۔ بیشک میں حکمران ہوں ۔ اپنی راجدھانی کا، اپنی رعایا کا۔ اپنی ساری سلطنت اور اُس کی ساری دولت کا —— مگر تم پر حکمران نہیں ہوں ۔ تم خوف نہ کرو —— میں اسی لئے اپنا نام و نشان نہیں بتاتا تھا۔

روپ متی ۔ جہاں پناہ غلطی ہوئی مجھ سے ۔ میں پہچانتی نہ تھی آپ کو۔ مجھ سے بہت سی خطائیں سرزد ہوئی ہیں شہزادے!

باز بہادر ۔ (روپ متی کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے سہلاتے ہوئے) روپ متی ۔ ——

روپ متی ۔ تم خوفزدہ ہو گئی ہو میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت میں حکمران نہیں ہوں —— اس وقت میں ایک معمولی درجہ کا آدمی ہوں ۔ بالکل معمولی —— اور محکوم بھی!

آہ روپ متی، اب تک میری نگاہیں معلوم نہیں کسے ڈھونڈ رہی تھیں؟ مگر اب وہ مطلوبہ چیز مجھے مل گئی ہے —— تم ہی وہ روپ متی، مجھے کہنے دو۔ تمہاری موہنی اور سندر مورت مجھ سے کہلا رہی ہے۔ کہ تم میرے من میں اس طرح سما گئی ہو جیسے کسی تاریک ویرانے میں، چاندنی کی پُرسکون اور فرحت آفریں کرنیں۔

روپ متی ۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں شہزادے؟

باز بہادر (مضطربانہ انداز سے) کیا کہہ رہا ہوں؟ —— کیا کہا میں ۔ شاید کوئی ناموزوں بات کہہ گیا۔ کوئی نامناسب لفظ زبان سے نکل گیا۔ معاف کرنا روپ متی۔ بیخودی کے عالم میں جو کچھ منہ سے نکل گیا ہے۔

روپ متی ۔ نہیں نہیں ۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ جہاں پناہ!

باز بہادر۔ (بے چین ہو کر) ـــــ کیا روپ متی؟

روپ متی۔ جو آپ خیال کر رہے ہیں!

باز بہادر۔ (یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید وہ اُس کے اصل مقصد کو سمجھ گئی ہے) کیوں آخر؟

روپ متی۔ نہیں ناممکن ہے۔ شہزادے! آپ حکمران ہیں!

باز بہادر۔ تو کیا ہُوا پھر؟

روپ متی۔ چاند اور ستارے ایک ہی آسمان پر نظر آتے ہیں لیکن برابر نہیں ہو سکتے۔

باز بہادر۔ میں نہیں سمجھتا یہ سب کچھ۔

روپ متی۔ سچ ہے عالی جاہ۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں۔ قطرہ دریا کا ہم پلّہ نہیں ہو سکتا۔

باز بہادر۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

روپ متی۔ میں ایک غریب لڑکی ہوں۔ آپ بادشاہ ہیں۔

باز بہادر۔ آہ تم غریب نہیں روپ متی۔ تم دولتمند ہو۔ تم میری نظروں میں بادشاہت کی ساری قیمت سے زیادہ بڑھ کر ہو۔ تم غریب ہو یہ میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔

روپ متی۔ ہاں عالی جاہ۔ شمع پروانے پر فدا ہو رہی ہے۔ سرو قمری پر جان دیتا ہے، آفتاب ذرّے کی محبّت کا دم بھرتا ہے ـــــ کیسے تعجّب کی بات؟ کیسی سمجھ میں نہ آنے والی بات!

باز بہادر۔ تعجب کی بات نہیں۔ تمہاری یہ دلربا شکل اور یہ حُسنِ جہاں آرا تو اس قابل ہے کہ نورجہاں بن کر ساری سلطنت پر حکومت کرے۔ رُوپ متی ـــــ پیاری روپ متی مالوہ کی ساری راجدھانی تمہارے قدموں پر آنکھیں بچھانے کے لئے تڑپ رہی ہے۔

روپ متی۔ (خود دارانہ انداز سے) میں اس قابل نہیں ہوں بادشاہ! مجھے شان و شوکت اور عیش و عشرت کی بھی تمنّا نہیں ہے۔ میرا جھونپڑا میرے لئے کافی ہے۔ اس میں جو سُکھ اور چین مجھے حاصل ہے۔ شاید ہی ویسا محلوں میں نصیب ہو۔

باز بہادر۔ سچ کہتی ہو روپ متی۔ تم اپنے گھر میں ایک شمع کی مانند روشن ہوگی۔ اور گھر کے لوگ تمہارے پروانے بنے رہتے ہوں گے۔ لیکن یہ بھی توسوچو کہ ایک بادشاہ کے گھر میں، ایک حکمران کے محل میں اندھیرا پڑا ہے۔ اُسے بھی چراغ کی تمنّا ہے۔ کیا یہ شمع اس ویران اور اندھیرے محل میں روشن ہوکر اُس کی ویرانیوں کو دور کرنا پسند نہ کریگی؟

روپ متی۔ (اس خیال سے مسرور ہوکر لیکن اپنی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے) آپ بادشاہ ہیں؟

باز بہادر۔ ہاں بادشاہ ہوں۔ اور اب بھی خدا کی عنایت سے فقیر کو نواب بنا سکتا ہوں۔ پھر یہ کونسی ایسی بڑی بات ہے کہ میں تم جیسی نادرِ روزگار اور حسین لڑکی کو رانی نہ بنا سکوں۔ تم رانی ہی بننے کے قابل ہو روپ متی!

روپ متی۔ میں کیسے سمجھوں؟

باز بہادر۔ میری باتوں کو جھوٹ سمجھتی ہو؟

روپ متی۔ نہیں!

باز بہادر۔ پھر تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟

روپ متی۔ یقین آگیا مجھے!

باز بہادر۔ (بہت محبّت بھرے الفاظ میں) روپ متی؟

روپ متی۔ ایک سمندر حائل ہے ہمارے بیچ میں!

باز بہادر۔ (تعجب سے) سمندر کس شے کا؟

روپ متی۔ دھرم کا، مذہب کا!

باز بہادر۔ (مضطربانہ) —— دھرم؟ —— مذہب؟ —— روپ متی؟

روپ متی۔ عالی جاہ!

باز بہادر۔ یہ کوئی ایسا اتھاہ سمندر نہیں۔ ہمارے سچّے پریم کی ناؤ ہمیں بہت جلد اس

سمندر کے پار پہنچا دیگی ——— سمجھ رہی ہو تم ———؟

روپ متی۔ (جیسے وہ کھوئی ہوئی ہو۔ نگاہیں جھیل کی طرف اُٹھا کر) اب جاؤں گی میں شہریار! ——— افوہ بہت دیر ہوگئی۔

باز بہادر۔ جاؤ، اب تم جا سکتی ہو۔ روپ متی۔ مگر ٹھہرو (انگوٹھی اُتار کر روپ متی کو دیتے ہوئے) ——— لو یہ انگوٹھی۔

روپ متی۔ (بدنامی کے خیال سے خوفزدہ ہو کر) کیا کروں گی میں یہ شہریار۔ مجھے نہیں چاہئے انگوٹھی!

باز بہادر۔ تم لینے سے ڈرتی ہو۔ مگر اس سے میرا مطلب کچھ اور ہے روپ متی۔

روپ متی۔ میں سمجھتی ہوں شاید؟

باز بہادر۔ نہیں تم نہیں سمجھتیں۔ اسے لے کر اپنے پاس رکھ لو۔ جب کوئی ضرورت درپیش ہو تو اُسے میرے پاس مالوہ بھجوا دینا۔ میں ہر طرح تمہاری مدد کرنے کے لئے آسکونگا۔

[روپ متی شرماتے ہوئے، کچھ سوچتے، کچھ ڈرتے اور کچھ خوش ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ دیدیتی ہے۔ باز بہادر خود ہی انگوٹھی اُس کی اُنگلی میں پہنا دیتا ہے۔ پھر اُس کی اُنگلیوں کا بوسہ لیتا ہے۔ روپ متی گھبرا جاتی ہے کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ اور اپنا ہاتھ جلدی سے کھینچ لیتی ہے۔ باز بہادر خاموش کھڑا رہتا ہے]

روپ متی۔ (آرزومند لہجہ میں) مجھے آپ بھول جائینگے شہریار؟

باز بہادر۔ تمہیں روپ متی۔ تمہیں بھول سکتا ہوں؟

[روپ متی گاگر اُٹھا لیتی ہے اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہے۔ باز بہادر بالکل ساکت کھڑا اُس کو دیکھتا رہتا ہے۔ اور پھر وہ نظروں سے پنہاں ہو جاتی ہے]

باز بہادر۔ آہ چلی گئی ——— حسن کی دُنیا، پریم کی مورت چلی گئی ——— مجھے بیقرار چھوڑ کر چلی گئی

ایک محبت پرست کو، عشق کا بنیاد اس دیکر —— ایک پیاسے کی پیاس بڑھا کر —!

دوسرا ایکٹ —— تیسرا منظر

سین۔ بہت دور پہاڑیاں نظر آرہی ہیں اور ان کے دامن میں گھنے درختوں کا جنگل ہے۔

[فرخ گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا ہے۔ پھر اُس کی رفتار دھیمی کر دیتا ہے، باز بہادر کا گھوڑا اُسے نظر آتا ہے، وہ خوشی سے اُچھل پڑتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اُسے ایک تکلیف دہ خیال بھی آتا ہے۔ اور وہ گھوڑے کو بلا سوار کے دیکھ کر بے چینی سے اُس کی طرف بڑھتا ہے]

فرخ ۔(گھوڑے کے پاس پہنچکر متجسس نگاہوں سے باز بہادر کو تلاش کرتا ہے۔ باز بہادر اُس کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے محویت کے عالم میں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے] شہریار شہریار —— شہریار —— وہ باز بہادر کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے) شہریار۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

باز بہادر ۔ ہاں ہاں کہو (جیسے وہ خواب میں باتیں کر رہا ہو —— مگر میں نہیں سُن سکتا۔ تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔ میں اُس کے سُننے کی تاب نہیں رکھتا۔

فرخ ۔(بادشاہ کی اس معنی خیز بیخودی کو تعجب سے دیکھ کر) کیا ہو گیا شہریار کو؟ اُف! جنونِ الفت نے کسقدر بے خود، کسقدر بے اعتنا اور کسقدر خود فراموش بنا دیا ہے (باز بہادر سے مخاطب ہو کر) شہریار۔ شہریار آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں؟ میں فرخ ہوں!

باز بہادر ۔(اُسی بیخودی کے عالم میں) میرا محل تاریک ہے۔ اور اُسے۔ سُنا فرخ تم نے۔ اُسے چراغ کی ضرورت ہے۔ شمع کی حاجت ہے۔

فرخ ۔ شہریار۔ کیا فرما رہے ہیں؟

باز بہادر ۔ (یکایک چونک کر) فرخ —— فرخ —— تم ہو!

فرخ ۔ شہریار —— خادم ہی ہے!

باز بہادر ۔ تم یہاں کیوں آئے؟

فرخ ۔ تنہا آپ کیا کر رہے ہیں یہاں ؟ —— آپکی جستجو مجھے یہاں کھینچ لائی!

باز بہادر ۔ تم کس قدر وفادار انسان ہو؟ کتنے خیر خواہ اپنے آقا کے! —— مگر میں تم سے کیا کہوں؟

فرخ ۔ یہاں کیسے پہنچ گئے آپ؟

باز بہادر ۔ کسی کی کشش —— کسی کے گیسو —— کسی کا حُسن کھینچ لایا ۔ میں بالکل مجبور تھا فرخ!

فرخ ۔ (ان الفاظ کو دُھراتے ہوئے) کس کی کشش، کس کا حُسن کھینچ لایا (خود سے) یا اللہ یہاں اور کیا نیا گل کھِلا؟ —— شہریار پھر آپ اب کیا کر رہے ہیں یہاں؟

باز بہادر ۔ (بے پروائی سے) فرخ ۔ میں سبق یاد کر رہا ہوں ۔

فرخ ۔ سبق کیسا شہریار؟

باز بہادر ۔ محبّت کا درس ۔ فرخ —— محبّت کا ۔ وفا شعاری کا ۔ حُسن پرستی کا —— وہی کھینچ لایا مجھے یہاں —— اُسی کی محبّت، جو مجھے اس کا درس دینا چاہتا تھا ۔

فرخ ۔ کون ہے شہریار وہ؟

باز بہادر ۔ یہ نہ پوچھو ۔ دل زیادہ بے چین ہو جائیگا ۔

فرخ ۔ تو کب تک یہاں قیام کرینگے آپ؟

باز بہادر ۔ کیا معلوم —— ؟ اور کون جانے فرخ کہ یہاں سے روانگی بھی ہو گی ۔

فرخ ۔ (تعجب سے) یہیں ٹھیریں گے آپ؟

باز بہادر ۔ ہاں —— !

فرخ۔ دھونی رما کر بیٹھنا بادشاہوں کی شان کے خلاف ہے۔

باز بہادر۔ نادان ہے تو ابھی فرخ! تو نہیں سمجھتا ابھی اس دنیا کے طلسم کو، تو مادّی دنیا میں یہ امتیاز قائم کرلے۔ اُس فردوسی اُس روحانی، اس مقدّس دنیا کی محبّت میں یہ امتیاز ناپید ہے۔ سُن رہا ہے تو؟

فرخ۔ جہاں پناہ۔ تمام رعایا آپ کے قدموں کے دیدار کے لئے بے چین ہوگی۔

باز بہادر۔ تو تم میری بیتابیوں کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہو۔

فرخ۔ نہیں جہاں پناہ!

باز بہادر۔ پھر میں اس کے لئے کیا کروں؟

فرخ۔ یہاں بیٹھنا شانِ حکمرانی سے بعید ہے!

باز بہادر۔ کوئی ہرج نہیں ہے۔

فرخ۔ بدنامی ہوگی شہریار!

باز بہادر۔ ہونے دو!

فرخ۔ شہریار غور کیجئے۔ بہت بڑی بدنامی کی بات ہے۔ آپکا اس طرح یہاں بیٹھنا۔

باز بہادر۔ میری بدنامی۔

فرخ۔ ہاں آپ کی عالی جاہ —— آپ کی اور اُس کی جس میں آپ کی تمام آرزوئیں —— تمام تمنّائیں اور آپ کی کل کائنات سمٹ کر سما گئی ہے۔

باز بہادر۔ کیا کہا۔ فرخ کیا کہا تم نے۔ میرے ساتھ اُس کی بدنامی؟

فرخ۔ شہریار۔ خادم غلط کہہ سکتا ہے؟

باز بہادر۔ مگر آہ۔ فرخ یہاں سے اُٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔

فرخ۔ ضبط کیجئے —— بادشاہ ہیں آپ۔ عالی حوصلہ ہیں۔ بلند ہمّت ہیں —— آپ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں، اور صرف تھوڑی سی مدّت کے لئے؟

باز بہادر۔ خفیف سی مسرت کیساتھ! تھوڑی سی مدت کے لئے؟

فرخ۔ جی شہریار! اور پھر کوئی تدبیر سوچی جائے گی۔

باز بہادر۔ (جیسے وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا تھا) ہاں ہاں تم سچ کہہ رہے ہو میں گمراہ ہوا جا رہا تھا — جس میں میری بربادی بھی مضمر تھی — اُسے بدنام کرنے جا رہا تھا جسمیں میری محبت کی بقا اور فنا کا راز پوشیدہ ہے۔

فرخ۔ پھر چلئے یہاں سے جلد نکل چلیں تاکہ کوئی ہمیں دیکھ نہ سکے۔

[باز بہادر اور فرخ دونوں اپنے خیمے کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں۔]

تیسرا ایکٹ —— پہلا منظر

سین۔ قصرِ شاہی۔

ایک خوشنما نہر کے کنارے پھولوں کے ایک تختہ میں باز بہادر استغراق کے عالم میں ٹہل رہا ہے اور نہر کی روانی کو دیکھ رہا ہے۔ پانی کی سطح آئینہ کی مانند چمک رہی ہے۔ اور دھوپ کی شعاعیں منعکس ہوکر باز بہادر پر پڑ رہی ہیں۔ ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔

باز بہادر۔ (خود سے) آہ میرے بخت کی تاریکیاں معلوم نہیں کب تک منوّر ہونگی؟ — بے چینی کے سمندر میں او خدا — کبتک یونہی تھپیڑے کھاتا رہونگا؟ روپ متی — آہ روپ متی — تیری معصومیت نے میرے دبے ہوئے عشق کے شعلوں کو بھڑکا دیا ہے وہ بھڑک چکے ہیں۔ اور روز بروز بھڑکتے جائیں گے — مجھے جلا رہے ہیں اور میں اسیطرح اس سوزش سے تپتا رہونگا۔ مذہب کا سمندر حائل ہے — یہ وہم ہے — (کسیقدر غصہ سے) میری طاقت مجبور کردیگی اُن کو جو میری مخالفت کریں گے —

—— جھکا دیگی اُن کو سروں کو میرے آگے —— یہی ایک ذریعہ ہے، جس سے روپ متی میری ہو سکتی ہے۔

[فرخ آتا ہے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جاتا ہے]

فرخ۔ شہریار کا مزاج کیسا ہے؟

باز بہادر۔ میرا مزاج —— فرخ ایک بادشاہ کا مزاج —— مگر اس کی حالت آجکل ایک ادنیٰ درجہ کے مزدور سے بھی بدتر ہے۔ جو دن بھر محنت مزدوری کر کے شام کو چین سے سوتا ہے۔ مجھے تو یہ کچھ بھی حاصل نہیں۔ بادشاہ ہوں مگر چین کی صورت نہیں دیکھتا۔ آرام کا میرے پاس گزر نہیں ہوتا —— نیندیں کوسوں دور بھاگتی ہیں۔ دماغ میں کشمکش سی رہتی ہے۔ پریشانیوں کا ہجوم الگ ستاتا ہے —— آہ کیا پوچھتے ہو فرخ میرا مزاج —— ایک حکمران کا مزاج —— میں مزدور ہوتا کاش!

فرخ۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں شہریار، صبر و ضبط سے کام لیجئے۔ اور تدبیر سے!

باز بہادر۔ تدبیر —— تم مجھ سے زیادہ خود فراموش معلوم ہوتے ہو، تدبیر —— ؟ میرا دماغ ایسی حالت میں کیا تدبیر سوچ سکتا ہے؟

فرخ۔ بادشاہ ہیں آپ! اور یہ بات شاہوں کی دانشمندی سے بعید نہیں!

باز بہادر۔ مگر ہوش بھی تو بجا ہوں۔

فرخ۔ یہ خود فراموشی شہریار کے شایان شان نہیں۔

باز بہادر۔ تو میں صرف ایک ہی تدبیر کر سکتا ہوں!

فرخ۔ ارشاد عالی جاہ!

باز بہادر۔ ایک فوج سارنگ پور روانہ کی جائے۔ اور وہاں سے روپ متی کو لے آئے۔ کیونکہ یوں اُس کے ماں باپ اُس کو نہ آنے دینگے۔

فرخ۔ جہانگیری میں ایسی زبردستی ظلم ہے اور عدل کے خلاف!

باز بہادر۔ (فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر) ہُوا کرے! دنیا ہزاروں مظالم کیا کرتی ہے۔ کوئی کچھ نہیں کہتا۔ میری اتنی سی زبردستی ——— ظلم ہے ——— ہُوا کرے۔ ظلم ——— روپ متی کو حاصل کرنے کے لئے میں دنیا کی نظروں میں ظالم بننے کے لئے بھی تیار ہوں۔

فرخ۔ رعایا بدظن ہو جائے گی عالی جاہ!

باز بہادر۔ (غصّہ سے) کیا کریگی بدظن ہو کر؟

فرّخ۔ حکومت اور حکمران کو ساری دنیا میں بدنام!

باز بہادر۔ (متاثر ہو کر) فرّخ۔ تم مجھے بدنامی اور عدل کی بندشوں سے آزاد نہ ہونے دو گے۔ میری حالت کی خبر نہیں تمہیں! میری بے چینی کو رفع کرنے کا احساس نہیں تمہیں؟

فرّخ۔ فکر ہے اور میں مجسّم احساس بن کر رہ گیا ہوں۔

باز بہادر۔ پھر تم نے کوئی تدبیر بھی سوچی یا میری طرح محض پریشان اور بدحواس ہی ہو۔

فرّخ۔ ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے اگر شہریار پسند فرمائیں۔

باز بہادر۔ کہو۔

فرّخ۔ آپ روپ متی کے والد کو شادی کا پیغام بھیجئے۔

باز بہادر۔ میں بادشاہ ہو کر ایک معمولی آدمی کے گھر میں شادی کا پیغام بھیجوں۔ اس میں میری ذلّت ہے۔

فرّخ۔ نہیں شہریار۔ اس میں ذلّت نہیں ہے بلکہ بدنامی کا اندیشہ تو اُس وقت ہوگا جب آپ روپ متی کو زبردستی اُس کے ماں باپ کی مرضی کے خلاف یہاں منگوائیں گے۔ اگر آپ شادی کا پیغام بھیجیں تو رعایا خوش ہوگی کہ بادشاہ غریبوں کی لڑکیوں کی بھی قدر کرتا ہے۔ اور اس طرح ان سے رشتے قائم کر کے وہ اپنی رعایا میں اور ہر دلعزیز ہو جائے گا۔ دنیا اُس کی اور زیادہ وقعت اور احترام کریگی۔

باز بہادر۔ ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن پیغام سے فائدہ؟

فرخ - بے فائدہ نہیں ہو سکتا شہریار! اور پھر شاہی پیغام سے انکار کرنے کی جرأت کسے ہو سکتی ہے؟

باز بہادر - (پُر اُمید لہجہ میں) اور اگر روپ متی کے والد نے انکار کر دیا۔

فرخ - انکار ــــ؟ مگر جو بات ناممکن ہے اُسے کیسے قبول کر لوں۔

باز بہادر - تو تمہیں اس میں پوری کامیابی کا یقین ہے؟

فرخ - شہریار مجھے قطعی یقین ہے۔ باقی انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔

باز بہادر - فرخ تدبیر تو بہت اچھی سوچی تم نے ــــ مگر جو چل جائے ــــ

فرخ - آپ بسم اللہ کر کے لکھئے شہریار!

باز بہادر - اور یہ پیغام لے کون جائے گا؟

فرخ - یہ خادم!

باز بہادر - (جوش مسرت سے کھڑے ہو کر) فرخ تمہاری اس جاں نثاری کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی۔

فرخ - شہریار کی ذرّہ نوازی ہے۔

(باز بہادر وہاں سے اپنے کمرے میں جاتا ہے اور روپ متی کے والد کے نام شادی کا ایک رقعہ لکھتا ہے جس میں وہ روپ متی سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ خط لکھ کر اپنی مُہر ثبت کرتا ہے۔ پھر فرخ کے پاس آتا ہے)

باز بہادر - یہ رقعہ میں نے لکھ لیا (فرخ کو دیتے ہوئے) کچھ زبانی کہنا ہو گا؟

فرخ - وہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔

باز بہادر - تم اکیلے جاؤ گے یا فوجی دستہ بھی ساتھ کر دوں۔

فرخ - بالکل تنہا عالی جاہ۔

باز بہادر - تو میں کب تک تمہاری واپسی کا انتظار کروں؟

فرخ - پانچ روز!

باز بہادر - پانچ روز -

فرخ - شاید اس سے جلد آسکوں۔ معلوم نہیں کیا واقعات پیش آئیں -

باز بہادر - جاؤ فرخ - مگر جلد ہی آنے کی کوشش کرنا - مجھے ایک ایک گھڑی پہاڑ ہو جائے گی -

فرخ - آپ اطمینان رکھئے شہریار!

باز بہادر - خدا تم کو شاد کام واپس لائے -

فرخ - آمین -

[فرخ آداب شاہانہ بجا لاتا ہے اور وہاں سے چلا جاتا ہے]

تیسرا ایکٹ ——— دوسرا منظر

سین - قصر کے اندر ایک فرحت افزا باغ جس کے شگفتہ پھولوں کی نکہت سے دماغ معطر اور دل مسرور ہو جاتے ہیں اور جس کو دیکھنے سے آنکھوں کو ایک خنکی اور فرحت حاصل ہوتی ہے -

(زمرّد اور نگار داخل ہوتی ہیں)

نگار - (گلاب کے ایک چھوٹے درخت کو دیکھتے ہوئے) یہ گلاب کیسے خوشنما معلوم ہوتے ہیں!

زمرّد - تمہارے گالوں کی سرخی دیکھ کر یہ موئے گلاب بھی آتش حسد سے جلے جاتے ہیں -

نگار - (اس مذاق سے چڑھ کر) اور تمہاری غزالی آنکھوں کے سامنے تو نرگس بھی سرنگوں ہے -

زمرّد - تمہارے دانتوں کو دیکھ کر شبنم کے قطرے بھی عرق عرق ہوتے جاتے ہیں -

نگار - تمہارے ہونٹوں کی سرخی کے سامنے تو لالہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا -

زمرّد - تمہارے قدِ رعنا سے سرو بھی شرمسار ہے -

نگار۔ تمہاری رفتار میں تو فتنۂ محشر بپا ہے۔
زمرّد۔ اور تمہاری نگاہوں میں ساری دنیا کا سحر سمٹ کر سما گیا ہے۔
نگار۔ تمہارے تبسّم میں ساری دنیا کے دل کھو کر رہ گئے ہیں۔
زمرّد۔ تمہارے اشاروں میں مقناطیسیت ہے۔
نگار۔ تمہاری اداؤں میں ستم ہے۔
زمرّد۔ تمہاری زلفیں مار کی طرح دل کو ڈس لیتی ہیں۔
نگار۔ تمہاری بھویں خنجر کی طرح دل میں اُتر جاتی ہیں۔
زمرّد۔ تمہارے چہرے کے سامنے چاند کی بھی کوئی ہستی نہیں۔
نگار۔ تمہاری صورت پر فرشتے بھی فریفتہ ہیں۔
زمرّد۔ تمہارے رخساروں کو دیکھ کر مستی چھا جاتی ہے۔
نگار۔ تمہیں دیکھ کر بیساختہ پیار کرنے کو دل چاہتا ہے۔
زمرّد۔ اور تمہارے بوسے تو خواب ہی میں کوئی لے چکا ہے۔
نگار۔ باتوں سے گالیوں پر اُتر آئیں۔
زمرّد۔ (بے اعتنائی سے) مذاق کو گالی سمجھنا بھی تم ہی جیسی نادان لڑکیوں کا کام ہے۔
نگار۔ نہیں نہیں۔ یہ مذاق نہیں۔ میں جانتی ہوں۔ میں سب کچھ سمجھتی ہوں ـــــ زمرّد یہ تم نے مذاق نہیں کیا۔
زمرّد۔ مذاق نہیں تو کیا ہے یہ؟
نگار۔ اپنے دل سے پوچھو زمرّد!
زمرّد۔ (بے پروائی سے) پوچھ لیا ہے میں نے!
نگار۔ اور تم ابھی تک مذاق ہی سمجھتی ہو اسے؟
زمرّد۔ اور کیا سمجھوں؟

نگار۔ تمہیں یہ نہ کہنا چاہیئے تھا!
زمرد۔ کیوں —— مذاق میں تو سب کچھ جائز ہے۔
نگار۔ میں ایسا مذاق برداشت نہیں کر سکتی۔
زمرد۔ تم شہزادی نہیں ہو کہیں کی۔
نگار۔ میں کب کہتی ہوں۔ کہ تم مجھے شہزادی سمجھو۔
زمرد۔ تمہاری باتوں سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے؟
نگار۔ کیا خوب آپ گالیاں بھی دیں اور اُلٹا ہمیں کو قائل بھی کریں۔
زمرد۔ عجیب لڑکی ہو تم نگار۔ یہ سب بھولے پن کی وجہ سے ہے۔ جو تم بات بات پر بگڑ جاتی ہو۔
نگار۔ تم باتیں نہ بناؤ زمرد۔ میں سمجھ چکی ہوں۔ میں جانتی ہوں تمہاری باتوں کا مطلب! اور اس جملہ کا بھی۔
زمرد۔ جان کر کیا کرو گی؟
نگار۔ کیا کرونگی —— مگر میں سمجھتی ہوں اس کا مطلب!
زمرد۔ تم اپنا رعب بٹھانا چاہتی ہو مجھ پر ایسی باتوں سے؟ نگار میں تم سے دبنے والی نہیں یہ مفت کا الزام کون اپنے سر لیگا!
نگار۔ تم آپے سے باہر ہوئی جا رہی ہو۔
زمرد۔ تمہاری باتیں ہی ایسی ہیں۔ میں اب تم سے مذاق نہ کروں گی کبھی۔
نگار۔ مگر یہ مذاق نہ تھا زمرد —— کچھ اور تھا —— اپنے دل سے پوچھو۔
زمرد۔ (طنزیہ طور پر) خیر اگر یہ مذاق نہ تھا تو بیگم صاحبہ مجھے معاف کیجئے۔ خطا ہوئی۔
نگار۔ تمہارے طعن و تشنیع بڑھتے جا رہے ہیں۔
زمرد۔ یا اللہ بات کرنی بھی گناہ ہے!

(فرخ داخل ہوتا ہے)

اچھا تو اب میں جاتی ہوں دیکھو وہ سامنے کون آرہا ہے۔

فرّخ۔ (متبسّم انداز سے) نگار ۔۔۔ ؟ ۔۔۔ زمرّد ۔۔۔؟ کیا باتیں ہو رہی تھیں ابھی۔ تم دونوں میں؟

زمرّد۔ کچھ نہیں ایسی ہی ۔۔۔ مگر میں اب جانے والی تھی ۔۔۔ میں جاتی ہوں فرّخ!

فرّخ۔ ٹھہرو زمرّد ۔۔۔ کیا مجھے دیکھ کر بھاگیں؟

زمرّد۔ نہیں پوچھ لو نگار سے اگر یقین نہ آئے میں جا ہی رہی تھی اب!

فرّخ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم جا سکتی ہو [زمرّد چلی جاتی ہے]

نگار۔ (کسیقدر وحشت آمیز انداز سے) فرّخ کچھ تم نے اور بھی سنا؟

فرّخ۔ نہیں۔ مگر تم کچھ پریشان سی ہو۔ کیا باتیں ہو رہی تھیں ابھی؟

نگار۔ باتیں یونہی تھیں کچھ ۔۔۔ مگر میں اس وقت سب کچھ جان گئی ہوں۔

فرّخ۔ کیا؟

نگار۔ زمرّد تھی اُس روز ۔۔۔ جب ہم تم وہاں حوض کے پاس بیٹھے تھے اور درخت ہلنے لگے تھے۔

فرّخ۔ تمہیں کیسے معلوم ہُوا؟

نگار۔ مذاق مذاق میں وہ سب کچھ کہہ گئی۔ جانتی تھی میں نہ سمجھونگی ُمنا تم نے؟ وہ مجھے نادان سمجھکر سب کچھ کہہ گئی۔

فرّخ۔ مگر اس میں گھبرانے کی کونسی بات ہے؟ یہ کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ بادشاہ ہماری محبّت کے راز سے خود واقف ہے۔

نگار۔ مگر دنیا کیا خیال کریگی؟

فرّخ۔ دنیا کو خیال کرنے دو ہم پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ ہاں میں تم سے اس وقت کچھ اور کہنے آیا ہوں۔

نگار۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟

فرّخ۔ بادشاہ کا وہ خیال، خواب بنکر نمایاں ہُوا اور بادشاہ نے خود ہی اس خواب کی تعبیر بھی

دیکھ لی ۔

نگار۔ خیال، خواب اور تعبیر! سب ایک ساتھ، سب اسقدر جلد — کیا تعبیر ہے وہ ؟

فرخ ۔ بادشاہ، تم جانتی ہو، شکار پر گیا تھا ۔ اور راستہ بھول کر ایک گاؤں کے قریب ایک جھیل کے پاس پہنچ گیا ۔ وہاں شاید اُس نے کسی لڑکی کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا ۔ اور اُس نے خواب میں بھی شاید ایسی ہی کوئی لڑکی دیکھی تھی ۔ جس کے حُسن سے متاثر ہو کر وہ دیوانہ سا ہو رہا تھا ۔

نگار۔ اسی وجہ سے شاید، شہریار آجکل بہت بے چین نظر آتے ہیں ۔

فرخ ۔ اب انشاء اللہ ہماری قسمت کا ستارہ بھی چمکنے والا ہے ۔

نگار۔ پھر اب تم بادشاہ کے لئے کیا کرنے جا رہے ہو ؟

فرخ ۔ میں اس وقت بادشاہ کی شادی کا پیغام اُس لڑکی کے والد کے پاس لے جا رہا ہوں ۔

نگار۔ جاؤ، خدا تم کو کامیاب اور بامراد واپس لائے ۔

فرخ ۔ ہاں دعا کرتی رہو —— اچھا خدا حافظ !

نگار ۔ میں دعا کرتی رہونگی —— اللہ نگہبان تمہارا !

[فرخ وہاں سے چلا جاتا ہے نگار اُس کو دیکھتی رہتی ہے]

تیسرا ایکٹ —— چوتھا منظر

سین ۔ روپ متی اپنے گھر کے پائین باغ میں، ایک سفید پتھر کے چبوترے پر بیٹھی ہوئی ہے ۔ روپ متی ستار بجانے میں بالکل محو ہے، ساز کی جھنکاروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ راگ الاپ رہی ہے ۔ "ہو گئی ہو گئی بجریا سے اوٹ، کدھر گئے بالم ؟" ستار پر اُس کی نازک انگلیاں اس روانی کے ساتھ چل رہی ہیں جیسے پانی

پر موجیں رقصاں ہوں!

روپ متی - (ستار کو روک کر آہ سرد بھرتے ہوئے) ــــ آہ لوٹ لیا مجھے ــــ لوٹ لے گیا زندگی کی راحتیں ــــ پردیسی پریتم! میری دنیا کا سکون تو نے برباد کر دیا۔ میری نیندیں سمٹ کر اب صرف ایک تیری یاد کے لئے وقف ہو گئی ہیں۔ میرا آرام اور چین تیرے تصوّر میں فنا ہو کر رہ گیا ہے ــــ کاش میں تجھے نہ دیکھتی ــــ کاش میں تجھ سے اچانک نہ ملتی ــــ کاش میں تجھ سے باتیں نہ کرتی - وہ جذبات جنہیں قدرت کے مضبوط ہاتھوں نے میرے نازک قلب کو ودیعت کئے تھے برہم ہو ہو کر میری روح کو مضطرب اور میرے دماغ کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ وہ مدہوش کرنے والی کیفیتیں، وہ جنون پیدا کرنے والے تصوّرات، جن سے میری زندگی ابتک محروم تھی ــــ آہ محروم کیوں ــــ نا آشنا تھی، میری زندگی کا ایک جزبن کر رہ گئے ہیں۔ کاش میں اب بھی وہی رہتی جو پہلے تھی - [ستار چھوٹ کر گر پڑتا ہے] میں یہ نہ جانتی تھی - اور کون جانتا تھا ــــ کسے خبر تھی کہ توقع کے خلاف سب کچھ اسقدر جلد ہو جائے گا ــــ یہ نادانی تھی میری ــــ ایسا خیال کرنا ــــ دنیا کے انقلابات اس سے زیادہ خونی - اس سے زیادہ روح فرسا ہوتے ہیں ــــ وہ مجھے بھول گیا ہوگا ــــ وہ ایک غریب گمنام اور لاپتہ لڑکی کو ضرور بھول گیا ہوگا ــــ ؟ ــــ نہیں اُسے میری یاد ہوگی - اُس کے ہر ہر انداز سے محبّت کی بُو آتی تھی - اُس کی ہر ہر بات میں سچّی فردوسی محبّت کی نہریں موجیں مار رہی تھیں ــــ آہ یہ دن کب تک یونہی گزرینگے؟ تڑپتے ــــ جاگتے ــــ آہ وزاری کرتے ــــ (انگوٹھی دیکھ کر) ہیں ــــ تو ہی ہے وہ جو تنہائی میں کسقدر سکون دے سکتی ہے [وہ اُس کو اپنے دل پر رکھ لیتی ہے - لیلاوتی چپکے سے اندر داخل ہوتی ہے]

[آہٹ پاکر] کوئی آ رہا ہے اس کو جلد چھپا لوں - [لیلاوتی نظر آتی ہے - روپ متی ستار

(اُٹھا لیتی ہے)

لیلاوتی ۔ (متبسّم ہوکر) روپا کیا کر رہی ہو؟

روپ متی ۔ کچھ نہیں، یونہی بیٹھی ذرا ستار سے دل بہلا رہی تھی!

لیلاوتی ۔ تو کوئی راگ ہمیں بھی سناؤ ۔ (وہ روپ متی کے قریب چبوترے پر بیٹھ جاتی ہے)

روپ متی ۔ راگ؟ لیلا اس وقت تم خود ہی کوئی سناؤ ۔ میرا دل نہیں چاہتا ۔

لیلاوتی ۔ پھر یہ ستار لئے کیوں بیٹھی ہو؟

روپ متی ۔ دل بہلانے کے لئے لائی تھی؟

لیلاوتی ۔ پھر اب کیا ہوا؟

روپ متی ۔ معلوم نہیں کیوں اس وقت اس میں جی نہیں لگتا ۔

لیلاوتی ۔ آجکل میں اکثر تم کو کچھ پریشان اور فکرمند پاتی ہوں ۔

روپ متی ۔ (اپنے اضطراب کو چھپانے کی خاطر مصنوعی مسرّت کے ساتھ) نہیں لیلاوتی میں تو اچھی رہتی ہوں ۔ معلوم نہیں اس وقت کیوں ستار سے طبیعت اُچٹ گئی ہے ۔

لیلاوتی ۔ آج سے پہلے تم نے کبھی انکار نہیں کیا ـــــ کچھ راز اس میں ضرور ہے!

روپ متی ۔ کچھ نہیں لیلا ۔ راز واز کیسا ـــــ؟ بس آپ ہی آپ ـــــ اور کچھ نہیں تم سچ جانو میں بالکل اچھی ہوں ۔ بالکل تندرست ۔ مجھے کوئی فکر نہیں ہے ۔

لیلاوتی ۔ میرے آنے سے پہلے گا رہی تھیں؟

روپ متی ۔ بس یونہی ستار کو لئے بیٹھی گنگنا رہی تھی ـــــ راگ واگ کچھ نہ تھا!

لیلاوتی ۔ خیر ویسے ہی اب بھی گنگناؤ ۔ کوئی راگ نہ ہو نہ سہی ۔

روپ متی ۔ (یہ جانتے ہوئے کہ اگر وہ ستار نہ بجائے گی تو اُس کے اضطراب میں اور اضافہ ہو جائے گا ۔ محض اس لئے ستار بجانے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ کہیں اس انکار سے کوئی اور شبہ پیدا نہ ہو جائے ۔ راگ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ چھیڑ رہی ہے "پیت کا وعدہ

کر کے پیا کیوں پیت نبھانا چھوڑ دیا"

روپ متی۔ (کچھ دیر کے بعد بیخودی کے عالم میں' یہ نہ محسوس کرتے ہوئے کہ لیلاوتی اُس کے پاس موجود ہے) آہ میری دنیائیں لوٹ لیں۔ میری نیندیں ——— میرا سکون!

لیلاوتی۔ (کسیقدر تعجّب سے) کیا کہہ رہی ہو روپا۔ کس سے کہہ رہی ہو؟ کیسی نیندیں؟ کیسی دنیا؟

روپ متی۔ (محویت سے بیدار ہو کر) تم نہیں جانتیں؟ میں بھی نہیں جانتی! پھر کیوں پوچھتی ہو مجھ سے تم؟ ——— میں کیا بتا سکتی ہوں؟

لیلاوتی۔ نہیں نہیں۔ کوئی سبب ضرور ہے آج تمہاری ہر بات سے' صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ کوئی بھید ہے جس کو تم بتانا نہیں چاہتیں۔

روپ متی۔ (اس حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہوئے) بھید کیسا لیلا؟ دیوانی ہوئی ہو؟

لیلاوتی۔ ہاں ہے بھید ضرور مگر تم مجھ سے چھپانا چاہتی ہو ——— تم چھپاؤ مجھ سے جتنا جی چاہے۔ میں جان لونگی ایک دن۔

روپ متی۔ (گھبرا کر) کیا جان لوگی؟ ——— بتاؤ نا مجھے؟

لیلاوتی۔ تمہارا بھید ———! جان لونگی ——— تمہیں کیوں بتاؤں؟

روپ متی۔ مجھے پاگل بنا رہی ہو اس طرح ——— بیوقوف! احمق!

لیلاوتی۔ یہ سب چھپانے کی باتیں ہیں روپا۔ خیر تم چھپاؤ ——— مگر میں تو تمہاری سب سے زیادہ عزیز سہیلی ہوں۔ تمہاری رازدار ——— مجھ سے تو نہ چھپانا چاہئے تھا تمہیں اپنا بھید۔

روپ متی۔ (بے چینی کو ضبط کرتے ہوئے) میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا۔ تم معلوم نہیں کیوں ایسا خیال کرتی ہو؟

لیلاوتی - میں سب سمجھتی ہوں روپا ـــــ اچھی طرح سمجھتی ہوں ـــــ چھپائے جاؤ تم جتنا جی چاہے۔ مگر وہ چھپنے والا نہیں روپا - ایسی باتیں چھپتی نہیں - آج نہیں تو کل ضرور سب کو معلوم ہو جائینگی -

روپ متی - (دل میں بہت مضطرب ہوتے ہوئے - لیکن بظاہر بے اعتنائی سے) میں ایسی کوئی بات نہیں جانتی -

لیلاوتی - تم نہ جانو - تمہاری بے تابی کہے دیتی ہے - تمہاری صورت چغلی کھا رہی ہے -

[روپ متی یکلخت ساکت ہو جاتی ہے اور اُسکا دل بھر آتا ہے]

روپ متی - (ایک لمحہ کے بعد کچھ سوچ کر لیلاوتی سے چمٹ جاتی ہے) لیلا میری پیاری لیلا وعدہ کرو کہ تم، جو کچھ میں کہوں، کسی سے کہوگی نہیں ـــــ میری قسم کھا کر کہو -

لیلاوتی - (معتمدانہ انداز سے) میں نے تمہاری آجتک کوئی بات کسی سے کہی ہے ؟

روپ متی - نہیں - مگر یہ بہت عجیب سی بات ہے - میں کہتے ہوئے ڈرتی ہوں -

لیلاوتی - اطمینان رکھو - کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہوگی -

روپ متی - لیلا ـــ آہ لیلا - وہ جھیل کے اشنان کا دن میرے لئے بڑی پریشانی کا باعث ثابت ہُوا -

لیلاوتی - کیا ہُوا ؟ تم نے اب تک مجھے بتایا کیوں نہیں ؟

روپ متی - جو میں نہ چاہتی تھی !

لیلاوتی - میری سمجھ میں کچھ نہ آیا - تمہارا کیا مطلب ہے ؟

روپ متی - (ادھر ادھر دیکھ کر) تم سب مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئیں اور غضب ہو گیا !

لیلاوتی - گھبراؤ نہیں روپا - صاف صاف سب کچھ کہدو مجھ سے - شاید تمہاری تسکین کر سکوں -

روپ متی - تم چلی گئیں اور میں بھی جا رہی تھی کہ اچانک ایک نوجوان مرد وہاں آ گیا ـــــ

معلوم نہیں آسمان سے اُتر آیا تھا یا کیا؟ کیونکہ اس سے پہلے وہاں اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔

لیلاوتی - کیا کیا پھر اُس آدمی نے روپ متی؟

روپ متی - میں تمہیں کیا بتاؤں، اُس نے کیا جادو کر دیا —— اُس نے میری دنیا ہی بدل دی۔ میری نیند اپنے ساتھ سمیٹ لے گیا۔ میرا سکون چھین لیا —— غرض اُس نے میری ساری راحتوں کو فنا کر دیا —— میری خطا صرف اسقدر تھی کہ میں نے ایک مسافر سمجھ کر اُس کو پانی پلایا۔ آہ لیلا۔ لیلا! (وہ لیلاوتی کو زیادہ بھینچ کر لپٹا لیتی ہے)

لیلاوتی - میں سمجھ گئی تمہارا مطلب! ہم نے غلطی کی جو تمہیں اکیلا چھوڑ دیا —— مگر ہمیں کیا معلوم تھا؟

روپ متی - اور میں کیا جانتی تھی کہ تمہارا مذاق یہ فتنہ اُٹھائے گا۔

لیلاوتی - تم نے یہاں اُس کو کبھی دیکھا ہے۔

روپ متی - کبھی نہیں۔

لیلاوتی - اُس کی شکل اور وضع قطع کیسی تھی؟

روپ متی - میں بیان نہیں کر سکتی۔

لیلاوتی - خواہ کوئی ہو —— مگر —— مگر روپا تم کو ایسا نہ چاہیئے!

روپ متی - (کسی قدر برہم نگاہوں سے لیلاوتی کو دیکھتے ہوئے) کیا نہ چاہیئے؟

لیلاوتی - جو کچھ تم نے اپنی حالت بنا رکھی ہے۔

روپ متی - (درد آگیں لہجہ میں) لیلاوتی تم مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔ سراسر ظلم —— یہ کوئی میرے بس کی بات تھی جو میں نہ کرتی۔ یا میں نے جان بوجھ کر یہ آفت مول لی۔

لیلاوتی - یہ سب کچھ سچ سہی۔ لیکن میں پھر بھی کہونگی۔ کہ جو کچھ ہو چکا اُسے بھول جاؤ۔ یہ گناہ ہے روپا —— پاپ ہے۔

روپ متی - (جھنجلا کر) گناہ —— پاپ؟ —— لیلا، میری جیسی کمسن، ناتجربہ کار لڑکی تم بھی چہ

میرے جیسا دل تمہارے پاس بھی ہے۔ میری جیسی نسوانی فطرت تمہاری بھی ہوگی۔ میرے جیسے احساسات تمہارے سینہ میں بھی ہونگے۔ مگر افسوس تمہیں میری حالت پر ترس نہیں آتا۔ تم مجھے اور کانٹوں پر گھسیٹنا چاہتی ہو۔ زخموں پر مرہم کی بجائے نمک چھڑک رہی۔ ڈوبنے والے کو اور ڈبو دینا چاہتی ہو —— تمہیں نہ چاہئے ایسا —— تم سے مجھے ایسی اُمید نہ تھی۔ —— لیلا۔ لیلا۔ تم بڑی بے رحم ہو۔ (آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں)

لیلاوتی۔ (روپ متی کی حالت سے متاثر ہو کر) تم سچ کہتی ہو روپا۔ میں تمہاری ہی جیسی ایک لڑکی ہوں۔ میں واقف نہیں ہوں، پریم کے بھیدوں سے —— پریم کے جادو سے۔ مگر جانتی ہوں اس میں کیا کیا خطرے ہیں۔ سینہ میں دردمند دل ضرور رکھتی ہوں۔ لیکن "دھرم" کا دیوتا مجھے اس وقت ظالم بنا رہا ہے۔ خاندان کی عزت اور ناموس مجھے سخت گیر بننے پر مجبور کر رہی ہے۔ اپنے اور بیگانوں کے طعن و تشنیع اور اُن کی زہر کی بجھی ہوئی باتیں مجھے ترس کھانے نہیں دیتیں۔ بدنامی کا بھوت تمہیں اس طرف جانے سے روکنے پر مجبور کر رہا ہے۔ پھر بتاؤ میں ان تمام طاقتوں کی گرفت سے اپنے آپ کو کیونکر چھڑاؤں۔ روپ متی تم ہی سوچو۔ یہ تمام کانٹے جو ایک سے ایک زیادہ خونی ہیں تمہارے راستے میں پڑے ہیں۔ ان پر چلنے کے لئے میں تم کو کیسے کہدوں؟

روپ متی۔ سُن رہی ہوں لیلا۔ تم جو کچھ کہہ رہی ہو۔ محسوس کر رہی ہوں ان تمام کانٹوں کی تکلیف کو —— میرا پُرخطر راستہ میری آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ مگر کوئی قوت اندر ہی اندر سے یہ ہمت دلا رہی ہے کہ یہ سب سطحی کانٹے ہیں۔ ان میں کوئی اصلیت نہیں۔ صرف دنیا داروں اور تنگ نظروں نے خود کو دوسروں پر فوقیت دینے کے لئے یہ حیلے تراش لئے ہیں۔ کیا یہ انسانی فطرت پر ایک ظلم نہیں ہو کہ کسی کو ایک روحانی کشش سے جُدا رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان کوششوں کو ڈراؤنے اور خوفناک ناموں سے موسوم کر کے دنیا والوں کو اُس سے دھمکایا جائے —— لیلا کیا اس میں صداقت نہیں جو میں کہہ رہی ہوں؟ یہ باتیں

دل کی گہرائیوں سے خود بخود زبان پر آ رہی ہیں۔

لیلاوتی - تم اپنے نقطۂ نظر سے سچ کہتی ہو۔ اور میں بھی ان کو درست سمجھتی ہوں۔ مگر روپ متی ذرا غور تو کرو، کہ خاندان والوں کے طعنے، محبت کی درد آفریں لذّت سے زیادہ زہر آلود ہوں گے۔ غیروں کے جا و بے جا فقرے اس سے زیادہ تڑپا دینے والے ہونگے۔ اور مخالفت کی دیوار تمہارے آہنی ارادوں سے کئی گونہ مستحکم ہوگی۔

روپ متی - یہ وعظ لیلا تمہارا، میری تسکین کی بجائے مجھے اور زیادہ دیوانہ بنا رہا ہے، میرے اعضا میں بے حسی پیدا ہوتی جا رہی ہے —— مجھ میں گفتار کی سکت باقی نہیں معلوم ہوتی —— میں کیا جواب دوں؟ کیسے اپنی بیقراریاں تمہیں دکھاؤں؟ آہ تم میرے سینہ کے اندر اُتر جاؤ۔ اور وہاں میرے جذبات کے تلاطم اور تماشہ دیکھ لو۔

لیلاوتی - روپ متی۔ مجھے تمہاری بہبودی درکار ہے۔ میں تم کو ہمیشہ شاد اور خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور اس لئے یہ سب کچھ کہنے پر مجبور رہوں۔

روپ متی - (انتہائی یاس سے) لیلا تمہاری باتیں اس وقت مجھے بالکل بے معنی نظر آ رہی ہیں۔ میری آنکھوں کو جو کچھ نظر آ رہا ہے اُس کے مقابلہ میں تمہاری "نصیحتیں" کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ تم فضول مجھے یہ سب کچھ بھلا دینے کو کہہ رہی ہو لیلا —— آہ ریت پر نقش و نگار بنانے سے کیا فائدہ؟

لیلاوتی - (تعجب سے) میری باتوں کا تم پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا اب تک!

روپ متی - پانی پر لکھا ہوا کب باقی رہتا ہے۔ لیلا جو تمہاری باتوں کا اثر میرے جذبات کے سمندر اور میرے احساسات کی لہروں پر ہوتا۔

لیلاوتی - تو میں جب سے بک رہی ہوں۔ یہ سب بے فائدہ تھا۔ تمہارا دل پانی ہے؟ ریت ہے؟

روپ متی - نہیں میرا دل پتھر ہے۔ اور اس پر ایکبار جو نقش ہو چکا ہے۔ وہی میرے دماغ

اور خیال، میرے جذبات اور احساسات میں بھی بس گیا ہے۔

لیلاوتی۔ یہ لکیریں تمہارے دل سے مٹ نہیں سکتیں؟

روپ متی۔ دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں مٹا سکتی۔

لیلاوتی۔ مگر یہ جنون ہے روپا۔

روپ متی۔ ہونے دو۔ مجھے پسند ہے لیلا!

لیلاوتی۔ لوگ حقارت کی نظروں سے دیکھیں گے!

روپ متی۔ میری پریم کے رس میں ڈوبی ہوئی آنکھیں ایسی حقیر چیزوں کو نہ دیکھ سکینگی۔

لیلاوتی۔ بچوں کی سی باتیں ہیں یہ سب روپا تمہاری عقل سے کام لو۔ یہ حرکت اچھی نہیں ہے۔

روپ متی۔ تم سے بہت اچھی طرح جانتی ہوں لیلا۔ بہت اچھی طرح —— میں بھی کہا کرتی تھی جب تمہاری طرح تھی۔ مگر اب کیسے کہوں۔ اب تو یہی حرکت "دنیا کی ساری عبادتوں" سے بہتر معلوم ہوتی ہے۔

لیلاوتی۔ گناہ ہے جو کچھ تم کہہ رہی ہو۔

روپ متی۔ پیدا کرنے والا اس کو تم سے زیادہ جانتا ہے لیلاوتی!

لیلاوتی۔ (مایوسانہ انداز سے) تم اپنی ضد سے باز نہ آؤ گی۔

روپ متی۔ بڑی سنگدل ہو لیلاوتی تم! آہ میری حالتِ زار پر رحم کھاؤ۔ اپنی سہیلی کی زندگی کو ان مصیبتوں سے نجات دلانے کی کوشش کرو۔ لیلا میں تمہاری ہمدردی، تمہارے تسکین بخش الفاظ اور تمہاری سچی محبت کی محتاج ہوں اس وقت!

[روپ متی لیلاوتی سے جمٹ کر رونے لگتی ہے۔ لیلاوتی بھی متاثر ہو کر رونے لگتی ہے]

لیلاوتی۔ (کچھ دیر کے بعد چونک کر) روپ متی تم بُرا کر رہی ہو۔ ابھی سے خود کو انگاروں پر گرا دینی چاہتی ہو۔ چپ رہو زیادہ رونا اچھا نہیں۔ کوئی اگر آ گیا تو سب کچھ طشت از بام

ہو جائیگا۔ اب مت رو، چپ رہو۔

روپ متی۔ دل کو کیسے مناؤں۔

لیلاوتی۔ جس طرح ممکن ہو سکے۔ ہاتھ سے مسل کر، بدنامی کا خوف دلا کر، مصیبتوں کا ہول ڈالکر ــــ زبردستی، ــــ کسی طرح بھی، مجھے اپنا ہمدرد سمجھو ــــ اٹھو زیادہ رو رو کر دل مت کڑھاؤ۔

روپ متی۔ اب میری اچھائی اور برائی تمہارے ہاتھ میں ہے۔

لیلاوتی۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری اس تکلیف کو رفع کرنے کی کوشش کرونگی۔

روپ متی۔ تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولونگی لیلا۔

لیلاوتی۔ میرا آخری مشورہ یہی ہے کہ اپنی بے چینی کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔

روپ متی۔ کوشش کروں گی لیلاوتی۔ یقین سے کیسے کہوں، اس میں تو ایک دورہ کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ کہ جب خیالات امنڈ کر آتے ہیں تو جذبات میں ہلچل مچنے لگتی ہے اور مجھ پر خود فراموشی کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ مجھے اس بات کا خیال نہیں رہتا کہ میں کہاں ہوں؟ ــــ کس کے پاس۔ اور کس سے ہمکلام ہوں۔

لیلاوتی۔ اگر ایسا ہوا تو پھر بہتری کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

روپ متی۔ نہیں نہیں ایسا نہ کہو لیلا۔ ایسے الفاظ سنتے ہی میری روح تڑپنے لگتی ہے حتی الامکان چھپاؤنگی۔

لیلاوتی۔ تم کبھی تنہا نہ بیٹھا کرو باغ میں ــــ کیونکہ اس طرح خیالات کو اور زیادہ یکجا ہونے کا موقع ملتا ہے اور وہ اور زیادہ ستاتے ہیں۔

روپ متی۔ نہیں میں نہ بیٹھونگی آئندہ سے۔ مگر تم روز میرا دل بہلانے آجایا کرو۔ آج سے میں ستار یا کسی اور باجے کو بھی ہاتھ نہ لگاؤنگی۔ اس سے میرے جنون میں ترقی ہوتی ہے میں اب تمہارے مشوروں پر عمل کرونگی۔

لیلاوتی۔ کسی طرح خاموش رہ کر تمہیں یہ زمانہ کاٹ دینا چاہیئے۔

روپ متی۔ یہ زمانہ ——؟ یہ زمانہ کب ختم ہوگا لیلا؟

لیلاوتی۔ قسمت میں جبتک لکھا ہے۔

روپ متی۔ آہ قسمت ——؟ قسمت کا نام مت لو لیلاوتی —— جہاں انسانی آنکھ کی رسائی نہیں۔ جہاں کان کی طاقت سماعت جواب دیدیتی ہے۔ جہاں عقل اور علم کے کمزور تخئیل بھی پرواز کرکے نہیں پہنچ سکتے —— لیلا اسکا ذکر نہ کرو —— "قسمت" کے تخئیل سے مجھے الجھن سی ہوتی ہے۔

لیلاوتی۔ تو بس یہ سمجھ لو کہ جب تک تمہارا ستارہ گردش میں ہے!

روپ متی۔ کونسا ستارہ ہے وہ لیلا؟

لیلاوتی۔ تم نہیں دیکھ سکتیں۔ میں بھی نہیں دیکھ سکتی۔ وہ ہے ایک، ہماری نظروں سے مخفی —— کسی آسمان پر —— تاروں کی بھیڑ میں —— سن رہی ہو؟

روپ متی۔ قدرت کے ہاتھ اُس کی گردش روک سکتے ہیں؟

لیلاوتی۔ کیوں نہیں —— اگر وہ چاہیں۔

روپ متی۔ میں التجا کرونگی۔ جس نے وہ ستارا بنایا ہے اُس سے —— جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اُس سے —— جس نے ہمارے دلوں کو اس عطیہ سے سرفراز کیا ہے اُس سے التجا کروں گی —— وہ ہماری التجا سن لیگا؟

لیلاوتی۔ ضرور —— اور قبول بھی کرلیگا۔

روپ متی۔ میرے ساتھ تم بھی دعا مانگو —— لیلاوتی!

لیلاوتی۔ ہاں اور کل ہم بڑے مندر میں چل کر اپنے سب سے بڑے دیوتا سے بھی کہیں گے —— تم اشنان کرکے تیار رہنا —— کل صبح کو!

روپ متی۔ میں خود کو اس قابل نہیں پاتی۔ تم ہی جاؤ لیلا —— اور میرے لئے دعا کرنا۔

لیلاوتی - چلنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

روپ متی - ہرج نہیں۔ مگر جایا کس سے جائیگا وہاں تک؟

لیلاوتی - یہ کونسی ایسی مشکل ہے؟

روپ متی - خیر کل دیکھا جائیگا۔

لیلاوتی - نہیں نہیں تم کو ضرور تیار رہنا چاہئے' اب میں جاتی ہوں۔ کل ہی آؤنگی۔

روپ متی - تم کو تکلیف ہوئی اتنی دیر ٹھیرنے سے!

لیلاوتی - کوئی تکلیف نہیں۔ روپا تمہاری محبّت میں تو میرے لئے ہر تکلیف مسرّت بن جاتی ہے۔

روپ متی - اور تم جیسی سہیلی کو پاکر میں جسقدر مسرور ہوتی ہوں اسکا بیان ناممکن ہے۔

لیلاوتی - اچھا اب جارہی ہوں!

روپ متی - کل صبح ہی آجانا' رات بھر تمہارے انتظار میں نیند نہ آئیگی اور خیالات ستاتے رہیں گے۔

لیلاوتی - جلد آؤنگی۔ تم اطمینان رکھو'

[لیلاوتی چلی جاتی ہے۔ روپ متی پھر چبوترے پر بیٹھ جاتی ہے]

روپ متی - (انگوٹھی نکال کر دل سے چمٹائے ہوئے) ——آہ تو میری نظروں سے پنہاں ہے ——اور خدا معلوم کتنی دور——آہ میں تجھے پھر کب دیکھ سکونگی——کوئی نہیں بتا سکتا——تیری پریم بھری باتوں کا نشہ پھر کب مجھے بیخود بنادے گا کہ میں دنیا کی تمام تکلیفوں اور پریشانیوں کو تھوڑی دیر کے لئے بالکل بھول جاؤنگی——

(پردہ)

چوتھا ایکٹ ــــــــ پہلا منظر

سین - قدیم ہندوانے طرز کی ایک عالیشان عمارت کے آگے ایک چبوترہ بنا ہوا ہے مکان کے چاروں طرف آم اور جامن کے درخت ہیں -

(چبوترے پر ایک بڑا سا تخت پڑا ہے۔ تخت پر قالین بچھا ہے اور تکئے ہر طرف رکھے ہوئے ہیں۔ جادو ناتھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کی داڑھی بہت گھنی ہے ہے اور بال سفید ہو چلے ہیں۔ چہرے سے رعب اور حکومت کی شان نمایاں ہے اس کے قریب ہی اس کی جائداد کا مختار پرتاپ سنگھ بیٹھا ہے۔ جو ادھیڑ عمر کا آدمی ہے - وہ کچھ لکھ رہا ہے - اس کے قریب کاغذ کے بستے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ تخت کے اِدھر اُدھر کسان زمین پر بیٹھے ہیں - دو ایک آدمی قریب کی ایک چارپائی پر بیٹھے ہیں]

جادو ناتھ - بھگت رام تجھے کتنی زمین چاہئے ؟

بھگت رام - مہاراج ــــــ بیس ۲۰ بیگھے زمین مل جائے تو ہماری گزر بسر کو کافی ہوگی!

پرتاپ - (کتاب کا ورق اُلٹ کر) راج دیو پر مہاراج، دو سال کا لگان باقی ہے۔ ابھی تک اس نے ادا نہیں کیا۔ وہ بہت پریشان کرتا رہتا ہے -

جادو ناتھ - (کسیقدر برہم ہوکر) بلاؤ راج دیو کو ابھی تصفیہ ہوا جاتا ہے -

پرتاپ - ہاں مہاراج! کل راجہ نبسی لال کے یہاں سے قرضہ کا دس ہزار روپیہ وصول ہو گیا ہے -

رامچندر - مہاراج میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں -

جادو ناتھ - ہاں ہاں کہو۔ کہو خوشی سے - میرا خیال تھا کہ ان جھگڑوں کو طے کر دینے کے بعد اطمینان سے تمہاری باتیں سنونگا -

رامچندر۔ مجھے جلدی ہے مہاراج۔

جادوناتھ۔ تو کہو کیسے آئے ہو؟

رامچندر۔ لڑکی کا بیاہ ہے —— مگر روپیہ نہیں۔ کچھ زمین رہن رکھنا چاہتا ہوں۔

پرتاپ۔ (رامچندر سے مخاطب ہو کر) زمین کو رہن رکھنے سے تو بیچ ڈالنے میں فائدہ ہے۔

رامچندر۔ مگر پرتاپ جی —— ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بھگت۔ (قطع کلام کرتے ہوئے) مہاراج وہ سامنے گھوڑے پر کوئی آ رہا ہے۔

[سب لوگوں کی توجہ گھوڑے سوار کی طرف منعطف ہو جاتی ہے]

جادوناتھ۔ پرتاپ پہچانتے ہو۔ یہ گھوڑے پر کون آ رہا ہے؟

پرتاپ۔ (غور سے دیکھتے ہوئے) کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

رامچندر۔ کوئی فوج کا سوار معلوم ہوتا ہے!

جادوناتھ۔ فوجی سوار —— ؟ یہاں فوجی سوار کا کیا کام!

رامچندر۔ شاید راستہ بھٹک کر ادھر آ رہا ہے۔

(فرخ آ کر مہاراج کے قریب گھوڑے پر سے اُترتا ہے۔ سب لوگ متحیر ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور تعجب و خوف سے آنے والے کو دیکھنے لگتے ہیں فرخ ان سب کو سلام کرتا ہے)

فرخ۔ (جادوناتھ سے مخاطب ہو کر) میں مہاراج جادوناتھ سے ملنا چاہتا ہوں!

جادوناتھ۔ کہو کہاں سے آئے ہو؟

فرخ۔ مہاراج آپ ہی ہیں؟

جادوناتھ۔ ہاں —— کیا کام ہے؟

فرخ۔ مالوہ کے بادشاہ کا ایک پیغام آپ کے پاس لایا ہوں۔

جادوناتھ۔ (کسیقدر خوفزدہ ہو کر) بادشاہ —— کا —— پیغام؟

فرخ - (تحریری پیغام دیتے ہوئے جس پر بادشاہ کی مُہر لگی ہوئی ہے) راجہ صاحب ہمارے اور آپ کے بادشاہ نے، آپ کی لڑکی سے شادی کا پیغام بھیجا ہے!

جادو ناتھ - (مرتعش اُنگلیوں سے تحریری پیغام لیتے ہوئے) شادی کا پیغام —— میری لڑکی سے؟

[سب لوگ فرخ کو دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے ہیں]

فرخ - مہاراج آپ کو تعجب کیوں ہوتا ہے؟

جادو ناتھ - کیوں یہ تعجب کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔ اتنا بڑا بادشاہ اور ایک معمولی زمیندار کی بیٹی سے شادی کا پیغام —— بادشاہ کو بادشاہ کے یہاں پیغام بھیجنا چاہئے۔

پرتاپ - بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مہاراج آپ! یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے میری سمجھ میں بھی نہیں آتی۔ ایشور جانے کیا بھید ہے۔

فرخ - مہاراج پہلے خط تو پڑھ لیجئے۔ [جادو ناتھ خط کھول کر پڑھتا ہے]

جادو ناتھ - (خط پڑھ کر پریشانی سے) او پرماتما کیا ہونے والا ہے؟ —— بادشاہ اور میری پُتری!

فرخ - اس میں پریشان ہونے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے مہاراج! بادشاہ کے مزاج سے تو آپ واقف ہونگے۔

جادو - (مذہبی اختلاف کا احساس کرتے ہوئے) —— مگر —— مگر بادشاہ تو مسلمان ہے —— یہ ہمارے دھرم کے خلاف ہے!

فرخ - آپ درست کہہ رہے ہیں —— لیکن یہ بھی تو سوچئے کہ پیغام بادشاہ نے بھیجا ہے۔

جادو ناتھ - ہم دھرم کے خلاف کرنے سے مجبور ہیں۔

فرخ - دھرم کے خلاف؟ —— مہاراج آپ ایک جہاندیدہ انسان ہے۔ دنیا کے گرم و سرد آزما چکے ہیں —— اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ شہنشاہ اکبر ایک مسلمان ہے۔ اور بڑے

بڑے راجپوتوں نے اس سے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ پھر ان میں سے تو کسی ایک نے بھی نہ کہا کہ یہ دھرم کے خلاف ہے۔ حالانکہ ان میں بڑے ذی مرتبت، عالی حوصلہ اور سورما بھی تھے۔ کیا انہوں نے دھرم کے خلاف کیا؟

جادوناتھ۔ (سوچ میں گم ہو جاتا ہے) مگر میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔

فرخ۔ انجام پر غور کر لیجئے مہاراج ـــ بادشاہ کا پیغام ہے اگر ناکام واپس گیا تو بادشاہ آپ کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجوا دے گا۔ اس کوٹھی کا نام و نشان تک باقی نہ رہیگا۔

جادوناتھ۔ پرتاپ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

پرتاپ۔ (دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے) ایشور کا ایسا ہی حکم ہوگا۔ مہاراج! ـــ اور پھر آپ کر بھی کیا سکتے ہیں ـــ رعایا ہیں آپ!

جادوناتھ۔ رعایا پر بادشاہ ظلم کرتا ہے؟

فرخ۔ یہ ظلم نہیں ہے مہاراج۔ غور کیجیے۔ اگر بادشاہ آپ پر ظلم کرنا چاہتا تو اس کا ایک اشارہ کافی تھا۔ اور آپ کی بیٹی بادشاہ کے حرم میں داخل کر دی جاتی۔ لیکن ہمارا انصاف پسند بادشاہ، رحمدل حکمران، شریف مزاج شہریار، اس زبردستی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا بادشاہ ہونے کے باوجود اس نے آپ کے پاس اس طرح پیغام بھیجا ہے جیسے کوئی اپنے برابر والے کے پاس بھیجتا ہے۔

جادوناتھ۔ تم کیا کہہ رہے ہو میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

پرتاپ۔ (جادوناتھ کو سمجھاتے ہوئے) غصہ نہوں مہاراج۔ ہندوستان کی تاریخ میں سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں اور یہ سب کچھ ان لوگوں نے کیا ہے جن کے نام ملک کے بہادر فرزندوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پھر آپ کو ایسا کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔

جادوناتھ۔ (جھنجلا کر) پرتاپ کیا بک رہا ہے تو؟ یہ ذلت مجھے گوارا ہو سکتی ہے؟

فرخ۔ مہاراج اس بات کو ذلت سمجھنا سخت نادانی کا کام ہے۔ بلکہ یہ تو عین عزت افزائی کی

بات ہے۔

جادوناتھ۔ مگر میں ایسی شادی کو ذلت ہی سے تعبیر کروں گا۔

[جادوناتھ نفرت سے فرخ پر نگاہیں ڈالتا ہوا اُٹھ کر گھر کے اندر چلا جاتا ہے]

چوتھا ایکٹ ——— دوسرا منظر

سین۔ روپ متی بیٹھی ہوئی کچھ سی رہی ہے۔

[جادوناتھ افسردہ و متفکر گھر میں آتا ہے۔ روپ متی والد کو پریشان دیکھ کر خود پریشان ہو جاتی ہے]

روپ متی۔ (کھڑے ہوتے ہوئے باپ کی طرف بڑھ کر) آپ کا کیسا مزاج ہے پتاجی۔ آپ پریشان معلوم ہوتے ہیں۔

جادوناتھ۔ روپا ——— کیا بتاؤں، ایک سخت مصیبت آن پڑی ہے،

روپ متی۔ (زیادہ گھبرا کر) کیسی مصیبت؟

جادوناتھ۔ شاید تم سن کر تاب نہ لاسکوگی!

روپ متی۔ آخر بتائیے تو پتاجی ——— کیا بات ہے؟

جادوناتھ۔ بیٹی ——— بیٹی ——— (وہ کانپنے لگتا ہے اور الفاظ اُسکی زبان سے نہیں نکلتے)

روپ متی۔ (اپنے والد سے چمٹتے ہوئے) پتاجی، اتنے بے چین کیوں ہو رہے ہیں آپ؟

جادوناتھ۔ مالوہ کے بادشاہ نے تم سے شادی کا پیغام بھیجا ہے۔

[یہ خبر سنکر روپ متی کے دل میں مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ مگر وہ اپنے جذبات پر قابو پالیتی ہے۔ اور بہت سنجیدہ بن جاتی ہے]

روپ متی ۔ (مصنوعی گھبراہٹ سے) پھر کیا جواب دیا آپ نے پتا جی ؟

جادو ناتھ ۔ کیا جواب دوں ـــــ یہی تو تم سے پوچھنے آیا ہوں ـــــ بیٹی یہ سخت ذلت کی بات ہے ۔ میں اس شادی سے صاف انکار کر دوں گا ۔

روپ متی ۔ انکار کر دیں گے پتا جی آپ ؟

جادو ناتھ ۔ اور پھر اقبال کیونکر کر سکتا ہوں ؟ ـــ تم جانتی ہو روپا ، بادشاہ مسلمان ہے اور یہ تو ہمارے دھرم کے خلاف ہے کہ میں تمہیں ایک مسلمان سے بیاہ دوں ۔

روپ متی ۔ (ان الفاظ سے دل ہی دل میں بے چین ہوتے ہوئے) ـــــ ہاں انکار کر دو پتا جی ـــــ ! مگر اس انکار سے ہمارا بادشاہ کیا خیال کریگا ؟

جادو ناتھ ۔ کچھ بھی خیال کرے ـــ لڑنے کے لئے آئیگا وہ ؟

روپ متی ۔ آپ میں اُس کے مقابلہ کی طاقت کہاں ہے ؟

جادو ناتھ ۔ نہ ہو تو کیا ہُوا ؟

روپ متی ۔ پتا جی معلوم نہیں کیسے کہہ رہے ہیں آپ ؟

جادو ناتھ ۔ مر جانا اس ذلت سے بہتر سمجھتا ہوں ۔

روپ متی ۔ پتا جی ـــــ میں یہ کیسے برداشت کر سکتی ہوں کہ میری وجہ سے آپ کو صدمہ پہنچے ـــــ یہ ممکن نہیں ۔ دنیا کیا کہیگی ؟

جادو ناتھ ۔ کیا کہیگی روپا ، کیا کہے گی دنیا ؟

روپ متی ۔ بیٹی کی وجہ سے باپ کی جان گئی ۔ پھر میں یہ طعنے سُنکر کیسے جیوُنگی پتا جی ؟

جادو ناتھ ۔ اور کیا کر سکتا ہوں اس کے سوا ؟

روپ متی ۔ (شرماتے ہوئے) پیغام قبول کر لیجئے ـــــ پتا جی ! مجھ پر جو کچھ گزرے گی میں جھیل لوں گی ۔ مگر آپ کو اس بڑھاپے میں غمگین نہیں دیکھ سکتی ۔

جادو ناتھ ۔ (خفیف سی ناراضی سے) روپ متی ـــــ روپ متی ـــــ تو میری بیٹی ہے

تو جادو ناتھ کی بیٹی ہے۔ یہ الفاظ تیری زبان سے سُنکر مجھے تعجب ہوتا ہے۔

روپ متی۔ غصہ نہوں پتاجی —— میں آپ کی سلامتی چاہتی ہوں۔ اور اس لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔

جادو ناتھ۔ روپ متی —— میری بیٹی (باپ اور بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ جاتے ہیں) —— میں بھی تجھے سُکھ اور شانتی کی دنیا میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ باپ کی یہ خواہش کب ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو آگ میں جھونک دے .... مگر دھرم کا خیال ہے۔

روپ متی۔ ایسا کرنے سے —— پتاجی —— ہمارے دھرم میں کیا بٹہ لگ جائیگا؟ دنیا کے ظاہری رسم اور رواج کا نام دھرم نہیں ہے۔ پتاجی، دھرم تو سب کے دل کے ساتھ ہے —— وہ بھی کوئی انسان ہوگا اُسی ایشور نے اُسے بھی پیدا کیا ہے جس نے ہم سب کو جنم دیا ہے۔ اُس کی نگاہ میں ہندو مسلمان سب برابر ہیں۔ یہ دھرم کا امتیاز ہم نے قائم کر لیا ہے۔ پھر سوچئے تو پتاجی ایسا کرنے میں کیا ہرج ہے؟

جادو ناتھ۔ (متاثر ہوکر) تو جھوٹ نہیں کہتی روپا —— مگر دُنیا کی رسم اور رواج کے قانون دماغ پر اس طرح مسلّط ہو گئے ہیں جیسے سیاہ بادل سارے آسمان کو ڈھک لیتے ہیں۔ اور پھر کوئی تارا یا چاند نظر نہیں آتا۔ اسیطرح ان قانونی اور سماجی دیوتاؤں کا خوف ہمارے دل میں اس طرح سما گیا ہے کہ وہ اچھی اور بُری باتوں میں فرق کرنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔

روپ متی۔ پتاجی۔ پھر آپ اس رسم و رواج کے بندھنوں کو کیوں نہیں توڑ ڈالتے؟ آپ ان خوفناک دیوتاؤں کا خوف اپنے دل سے کیوں نہیں نکال ڈالتے —— بہادر راجپوتوں نے بھی اس خوف کو دل سے نکال کر شہنشاہ اکبر کے ساتھ اتحاد قائم کیا ہے۔ پھر دنیا، ان کو تو کچھ نہیں کہتی۔

جادو ناتھ۔ (مستفسرانہ انداز سے) —— روپا؟

روپ متی۔ پتاجی اگر آپ نے انکار کر دیا تو وہ دن دُور نہیں کہ بادشاہ کی فوج آ کر سارے شہر کو ویران کر دے ——— اور میں زبردستی، بے عزّتی کے ساتھ وہاں لیجائی جاؤں —— اور صرف میری ایک جان کے لئے ساری بستی کا خون دریا کی طرح بہا دیا جائے —— اور شہر کو بربادی کا مُنہ دیکھنا پڑے!

جادوناتھ۔ مجھے بھی انکار کرنے میں وہ سب کچھ دیکھنا پڑیگا جو میں نہیں چاہتا۔

روپ متی۔ اور میں تو پتاجی اُس دلخراش نظارے کے خیال ہی سے کانپ اُٹھتی ہوں جب بادشاہ کے فوجی سوار شہر میں داخل ہو کر مار دھاڑ شروع کر دیں گے۔

[روپ متی اس قسم کی باتیں محض اس لئے کر رہی ہے کہ جادوناتھ متاثر ہو کر بادشاہ کی شادی کا پیغام قبول کر لے۔ باطن میں وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر انکار بھی کر دیا جائے تو بادشاہ ہرگز ایسا ظلم اور زبردستی نہ کریگا۔ کیونکہ وہ بڑا عادل اور منصف مزاج ہے]

جادوناتھ۔ اپنی جان سے زیادہ مجھے اپنی غریب اور کمزور پرجا کی جان کی فکر ہے۔

روپ متی۔ رعایا اور پرجا کی بہبودی کی خاطر، اس قربانی کو منظور کر لیجئے۔

جادوناتھ۔ تجھے بادشاہ کے گھر بھیج دوں؟ روپا —— روپا۔ پیاری روپا (آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں)

روپ متی۔ پتاجی۔ سینہ پر صبر کی سل رکھ کر، مجھے اپنی گود سے جدا کر دیجئے۔ ایشور کو یہی منظور ہے کہ آپ کے گھر میں پیدا ہوں، پلوں اور بڑھوں اور پھر جس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے مجھے پیدا کیا گیا ہے اُس کے گھر بھیج دی جاؤں۔

جادوناتھ۔ باپ کی محبت، نہیں نہیں جادوناتھ کا پریم اس سے بہت زیادہ ہے!

روپ متی۔ (بہت متانت سے) کنیا کو، پتاجی، ایک لڑکی کو ایک نہ ایک دن ضرور ماں باپ سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ اُسے تمام تعلقات اور سب کی محبت کو خیرباد کہہ کر صرف

ایک کی محبت کو اپنے دل میں بسالینا پڑتا ہے۔ میں بھی ویسی ہی ایک کنیا ہوں۔ ایک لڑکی ہوں —— مجھے آپ کبتک یونہی آخر بٹھا رکھیں گے۔ ایک نہ ایک دن دوسرے گھر جانا ضرور ہے۔

جادوناتھ۔ روپا —— تیری باتوں میں پرماتما نے معلوم نہیں کہاں کی ذہانت اکہاں کی فہم بھردی ہے کہ تیرا ہر ہر لفظ اپنے اندر عقل وفہم کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے تیری فطرت میں ایک لڑکی کی فطرت سے کہیں زیادہ جوہر موجود ہیں۔ تجھے وہ سب کچھ معلوم ہے جو ایک تجربہ کار اور معمر عورت کو معلوم ہوسکتا ہے۔ روپا تو ایک انمول موتی ہے۔

روپ متی۔ میں کچھ نہیں ہوں پتاجی —— میری فطرت کوئی انوکھی فطرت نہیں ہے۔ ایک لڑکی کی فطرت، ماں باپ کی فطرت کا نچوڑ ہوتی ہے۔ پتاجی یہ سمجھ ماتاجی کی فطرت سے مجھے ملی ہے اور یہ ذہانت آپ کی فطرت سے!

جادوناتھ۔ روپا تیری ہر ایک بات دماغ سے ٹکرا کر دل کی گہرائیوں میں سمائی جارہی ہے میں تجھے، تجھ جیسی پُتری کو کیسے ایک پٹھان کے حوالہ کردوں، جس کی فطرت ہماری فطرت سے بالکل مختلف ہے اور تیری فطرت کے بالکل برعکس —— اس کا سلوک —— تیرے ساتھ —— معلوم نہیں کس قسم کا ہوگا؟ اس کے محل میں کئی بیویاں ہونگی۔ جو تجھے دیکھ کر رشک وحسد کیا کرینگی۔ اور تجھے ضرر پہنچانے کی تاک میں لگی رہنگی۔ گویا تو وہاں ایک قید کی سی زندگی بسر کرے گی —— ماں باپ سے شاید ہی مل سکیگی۔ تیری سکھیاں، سب تجھ سے چھوٹ جائینگی۔ تو اس قفس میں ایک نوگرفتار پرند کی طرح پھڑ پھڑا پھڑ پھڑا کر رہیگی —— آہ روپا۔ یہ باتیں مجھے جب یاد آتی ہیں تو میرا دل پاش پاش ہوجاتا ہے۔

روپ متی۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں پتاجی۔ کہ مجھے بالکل ایک قفس کی سی زندگی بسر کرنی پڑیگی۔ مگر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ مجھ پر وہ سب سختیاں نہ ہونگی۔ وہ سب تکلیفیں جو عموماً محلوں کے اندر رانیوں کو ہوا کرتی ہیں، میں ان سے محفوظ رہونگی۔ اور پتاجی،

پٹھان درحقیقت ایک اَن پڑھ، اور سخت گیر قوم ضرور ہے۔ مگر سب ایک جیسے نہیں ہوتے ان میں بھی رحمدل منصف مزاج اور شریف طبع ہوتے ہیں۔ اور بادشاہوں کی فطرت میں تو ابتدا ہی سے ایک خاص قسم کی محبت رعایا کے لئے پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اُسے رحم و التفات کا سبق پڑھا دیتی ہے ـــــ اور پتا جی غور تو کیجئے کہ بادشاہ جو پھول اپنی مرضی سے توڑ رہا ہے مجھے اُمید ہے کہ وہ اُسے کانٹوں میں فنا ہو جانے کے لئے نہ پھینک دے گا۔

جادو ناتھ۔ ہاں میرا دل بھی یہی کہتا ہے۔ مگر مجھے مذہب کے بھوت نے کسقدر راستی سے بھٹکا دیا تھا۔

روپ متی۔ تو اب جاکر آپ بادشاہ کے ایلچی کو ٹھہرائیے۔ اور اُسے تحفے تحائف اور نذرانہ دیکر رخصت کیجئے۔ ہاں اُس نامہ بر نے آپ سے کیا کہا تھا؟

جادو ناتھ۔ یہی کہ وہ بادشاہ کی شادی کا پیغام لایا ہے۔

روپ متی۔ (دل ہی دل میں) کسقدر شریفانہ برتاؤ ـــــ (جادو ناتھ سے) پھر آپنے کیا جواب دیا؟

جادو ناتھ۔ میں نے صاف انکار کر دیا تھا۔

روپ متی۔ یہ آپ نے بُرا کیا۔

جادو ناتھ۔ ہاں پرمات نے مجھ سے غور کرنے کے لئے کہا۔ مگر میں نے کچھ خیال نہ کیا۔

روپ متی۔ خیر ابھی کچھ ایسی پریشانی کی بات نہیں۔ اب آپ جاکر سمجھا دیجئے۔

جادو ناتھ۔ بہت بہتر ہے۔

[جادو ناتھ وہاں سے باہر چلا جاتا ہے۔ خط وہیں گر پڑتا ہے۔ روپ متی اُسکو اُٹھا لیتی ہے۔ اُس کو بوسہ دیتی ہے اور آنکھوں پر رکھ لیتی ہے]

روپ متی۔ آہ باز بہادر ـــــ پیارے شہزادے ـــــ وہ دن کب آئے گا ـــــ

وہ مبارک گھڑی جب میں اپنے حیات پرور نغموں سے تیری دنیائے پریشاں کو سکون سے مبدّل کر سکونگی —— تیری پیاری مورت دیکھ کر، میری دُنیا میں فرحت اور مسرّت کے بادل چھا جائیں گے۔ اور ہم دونوں صعود کر کے ان بادلوں کے اندر گم ہو جائیں گے.....
(پردہ)

چوتھا ایکٹ —— تیسرا منظر

سین (باغ میں نگار، پھول توڑ توڑ کر دوپٹہ میں جمع کر رہی ہے۔ ناظم فوج کا اعلیٰ افسر ایک عرصہ سے نگار کا شیدا ہے۔ اور اس وقت موقع پا کر باغ میں آتا ہے اور نگار کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے)

ناظم۔ اکیلی ہو یہاں نگار تم؟

نگار۔ (کسیقدر گھبرا کر) ہاں! آپ نے کیسے زحمت کی اس وقت؟

ناظم۔ کیا کر رہی ہو نگار؟

نگار۔ پھول توڑ توڑ کر جمع کر رہی ہوں۔ دیکھتے نہیں آپ؟

ناظم۔ ان پھولوں کا کیا کرو گی؟

نگار۔ ہار تیار کروں گی۔

ناظم۔ ناظم کس کے لئے؟

نگار۔ یہ کیوں بتاؤں میں —— جس کے لئے جی چاہے؟

ناظم۔ میں سمجھ گیا نگار۔ جس کے لئے تم بنانا چاہتی ہو —— مگر میں اُس کے متعلق ایک خبر سنانے آیا ہوں۔

نگار۔ (مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر) کس کے متعلق؟ —— کیسی خبر ہے؟

ناظم۔ فرخ کے متعلق ——— ایک افسوسناک خبر!
نگار۔ (پریشانی سے) فرخ کے متعلق ——— کیا ہوا اُسے ——— زندہ ہے ——— کیا کیا اُس نے؟
ناظم۔ تم جیسی معصوم لڑکی پر ایک ناجائز ظلم؟
نگار۔ (متحیر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) مجھ پر ناظم؟
[اُس کی چٹکی کی گرفت ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ اور دوپٹہ سے پھول نیچے گرنے لگتے ہیں]
ناظم۔ (پھولوں کو گرتا دیکھ کر) پھولوں کو پہلے سنبھالو۔ دیکھو نیچے گر رہے جا رہے ہیں۔
نگار۔ گر جانے دو انہیں۔ تم مجھ سے کہو تو کیا ہُوا؟
ناظم۔ مجھے فرخ کی اس حرکت پر بے حد افسوس ہوتا ہے۔
نگار۔ عجیب آدمی ہو ناظم۔ کچھ کہتے نہیں کیا ہُوا۔ بس ایک تمہید ہی تمہید۔ ہے جو ختم ہی ہونے کو نہیں آتی۔
ناظم۔ غصہ نہ ہو نگار ——— میں سچ سچ کہے دیتا ہوں۔ فرخ تم سے محض بناوٹی محبت کرتا ہے۔ معلوم نہیں اس سے اُس کا کیا مطلب ہے؟
نگار۔ (غصہ سے) فرخ کے متعلق میں ایسی باتیں نہیں سُن سکتی۔ تم جھوٹ کہتے ہو ناظم۔ سراسر جھوٹ۔
ناظم۔ میرے پاس ثبوت ہے اس کا۔
نگار۔ (بیقرار ہو کر) ثبوت ہے؟ کیا ثبوت ہے وہ؟
ناظم۔ اُس نے پہلے ہی سے ایک عورت سے اپنے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور شاید اب واپسی پر وہ اُس سے شادی بھی کرے گا۔
نگار۔ (بیتابانہ ناظم کو دیکھ کر یقین نہ کرتے ہوئے) یہ سب سچ ہے ناظم؟

ناظم - (نہایت متانت کے ساتھ) اور جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟

نگارا - (مضطرب ہوکر) مگر اُس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے ـــــ نباہ کا وعدہ ـــــ اُس نے اپنی محبت جتائی ہے مجھ سے ـــــ اُس کی باتوں میں مجھے پریم کا سمندر لہریں لیتا ہُوا معلوم ہورہا تھا ـــــ وہ ـــــ وہی ایسا کریگا؟ ـــــ اللہ میں کہیں کی نہ رہی۔

[وہ خاموش ہوکر گہری سوچ میں پڑجاتی ہے۔ اُسکی آنکھوں میں آنسو بھرآتے ہیں]

ناظم - یہ کیا کررہی ہو نگار؟ ـــــ یہ کیا ہے آخر؟ ـــــ اس سے تو بظاہر کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا۔ بے جا ہے یہ سب آہ وزاری ـــــ!

نگار - (چونک کر) مگر مجھے کیسے یقین آئے؟ ـــــ نہیں نہیں میں اس کو سچ نہیں سمجھی ـــــ جھوٹ کہتے ہو ناظم تم ـــــ توبہ توبہ میں نے بھی کسقدر جلد ایسا بُرا خیال قائم کرلیا تھا۔

ناظم - جھوٹ سمجھنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ دل کو تسکین دینے کے لئے کہہ رہی ہو شاید؟

نگار - تسکین دینے کے لئے کیوں؟ ـــــ میرا دل نہیں یقین کرتا۔ تم مذاق کررہے ہو؟

ناظم - تم سے میں مذاق کرسکتا ہوں؟

نگارا - سچ ہے یہ سب کچھ جو تم نے کہا؟

ناظم - سچ اور بالکل صحیح!

نگارا - (آہ سرد بھرتے ہوئے) آہ فرخ یہ اُمّید تو نہ تھی تم سے!

ناظم - مگر ـ مگر نگار میں بھی کچھ کہنے کی تمنّا رکھتا ہوں!

نگارا - ہاں ناظم ضرور کہو ـــــ میں سنونگی جو کچھ کہو گے ـــــ مجھے اس وقت تسکین بخش آواز سننے کی خواہش ہے ـــــ ایسی باتیں جو میری موجودہ بے چینی کو رفع کرسکیں۔

ناظم - ناگوار نہ ہو تو کہہ دوں؟

نگارا - (مشتبہ نظروں سے دیکھ کر) ناراض ہونے کی بات ہے؟

ناظم۔ مجھے منظور کر لو ــــ فرخ کو بھول جاؤ۔

نگار۔ (برہم ہو کر) ناظم، نگار اس قسم کی باتوں کو نفرت سے دیکھتی ہے!

ناظم۔ کوئی وجہ؟

نگار۔ تم ــــ تم اپنے مرتبہ کا خیال کرو۔ ــــ یہ سرکشی یہ گھمنڈ تمہیں جائز نہیں۔

ناظم۔ یہ سرکشی ہے ــــ نگار ــــ نگار، تمہاری نگاہوں میں شاید یہ گھمنڈ ہو لیکن میں تو اس کو عین اپنے مرتبہ کے مطابق پاتا ہوں۔

نگار۔ سوچو ناظم ــــ اپنے مُنہ سے بڑھ کر باتیں کر رہے ہو۔

ناظم۔ ہرگز نہیں ــــ ایک عالی مرتبت افسر ہوں۔

نگار۔ بادشاہ نہیں ہو مگر!

ناظم۔ اس کی حاجت ہی کیا ہے؟

نگار۔ شیر کے شکار کو چھیننا چاہتے ہو!

ناظم۔ فرخ شیر ہے؟

نگار۔ تم کیا سمجھتے ہو پھر؟

ناظم۔ کچھ نہیں ایک معمولی آدمی!

نگار۔ خود بینی ہے اُسے ایسا سمجھنا۔

ناظم۔ کچھ ہو لیکن فرخ مجھ سے کسی حالت میں برتر نہیں۔

نگار۔ اندھے نہ بنو ناظم۔ بادشاہ کی شکارگاہ میں شکار کرنے سے قبل ہی خود شکار نہ ہو جاؤ۔

ناظم۔ تم منطقی معلوم ہوتی ہو۔

نگار۔ شاہی محل کی کنیز ہوں۔

ناظم۔ بیوی کا مرتبہ کنیز سے بہت زیادہ ہے نگار۔

نگار۔ خام خیالی ہے تمہاری!

ناظم - یہ جنون ہے تمہارا!
نگار - (طنز سے) آپ کی جہالت سے یہ جنون بہتر ہے۔
ناظم - (کسیقدر سختی سے) میں جاہل ہوں ـــــ کیسے کہہ رہی ہو تم؟
نگار - آپ کو جو جرح کر رہے ہیں ـــــ آپ ہی سے!
ناظم - چھوٹا منہ بڑی باتیں۔
نگار - یہ تو تم کو نہ چاہئے تھا ناظم!
ناظم - اور تمہیں!
نگار - حق حاصل ہے۔
ناظم - تو میری التجایوں ٹھکرا دی جائے گی؟
نگار - التجا - خدا سے کرو۔
ناظم - زبان درازی اچھی نہیں۔
نگار - ڈر کس کا ہے؟
ناظم - فرخ کو بھول جاؤ ـــــ اور مجھے اُس کی بجائے سب کچھ سمجھ لو۔
نگار - زبردستی؟ شربت پھینک کر زہر پی لوں۔
ناظم - ہاں زبردستی ہی سمجھ لو۔ تم کو سمجھنا پڑیگا۔
نگار - (ترشروئی سے) ناظم ہوش کے ناخن لو ـــــ بادشاہ کے باغ میں ہو ـــــ بس ایک ہی اشارہ کافی ہے اور تم کچھ سے کچھ ہو جاؤ گے۔
ناظم - تمہاری یہ باتیں مجھے ناگوار گزر رہی ہیں۔
نگار - (طعن آمیز لہجہ میں) اگر تم میں اتنی ہمت بھی نہ تھی تو تشریف ہی کیوں لائے تھے یہاں؟
ناظم - میری باتوں کا مذاق اُڑا رہی ہو!

نگار۔ اور کس قابل ہیں وہ؟

ناظم۔ دیکھو میں بتاتا ہوں۔

[ناظم دوڑ کر نگار کا مُنہ دبا لیتا ہے اور اُس کا بوسہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ نگار خود کو چھڑانا چاہتی ہے۔ اور دونوں میں خوب ہاتھا پائی ہوتی ہے۔ نگار کا دوپٹہ پھٹ جاتا ہے۔ اس اثنا میں فرخ داخل ہوتا ہے۔ اور یہ منظر دیکھ کر ناظم کی طرف دوڑتا ہے]

فرخ۔ (ناظم کی گردن پکڑ کر ہٹاتے ہوئے) دغاباز ——!

ناظم۔ (غصہ سے پلٹ کر) کون؟ فرخ؟

(وہ خوف سے کانپنے لگتا ہے)

فرخ۔ (حقارت سے دیکھتے ہوئے) تو ایک ملازم ہو کر آقا کے محل کی کنیزوں پر دست درازی کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر شاید یہاں آیا تھا؟

ناظم۔ (تمکنت سے) تم میری توہین کر رہے ہو فرخ!

فرخ۔ (غصہ سے) توہین۔ اندھے۔ اگر اس ذلّت کی تجھ کو فکر ہوتی تو ایسی جرأت ہی کیوں کرتا۔

ناظم۔ مگر ان الفاظ سے مخاطب کئے جانے سے بڑا مرتبہ رکھتا ہوں۔

فرخ۔ چوری اور سینہ زوری۔ تو دیوانوں کی سی باتیں کر رہا ہے۔ اگر اپنی زبان کو لگام نہ دی تو زندگی کی خیر نہیں۔

ناظم۔ (خوفزدہ ہو کر) زندگی چاہتا ہوں۔ فرخ معاف کرو، غلطی ہوئی مجھ سے!۔

فرخ۔ شرم نہ آئی۔ بادشاہوں کے محل میں ڈاکہ ڈال رہا تھا۔ باغ سے پھول چرانا چاہتا تھا۔

ناظم۔ جذبات نے سب کچھ سوچنے سے معذور کر دیا تھا۔

فرخ۔ اس خیال سے لوگ کانپ اُٹھتے ہونگے۔

ناظم - میں اپنی عظمت کے نشہ میں سرشار تھا۔

فرخ - اگر یہ بہت بڑی خطا ہے۔

ناظم - فرخ معاف کرو، معافی چاہتا ہوں۔

فرخ - بادشاہ کی طبیعت پر منحصر ہے!

ناظم - نہیں نہیں فرخ ---- خدا کے لئے معاف کرو ۔ میری ساری عزت اور وقار تم پر منحصر ہے۔

فرخ - معاف کئے جانے سے بہت بڑا جرم ہے یہ ناظم!

ناظم - مگر تم معاف کر سکتے ہو، یہ پہلی خطا ہے۔

فرخ - میں معاف نہیں کر سکتا۔ اپنی مظلومہ سے درخواست کرو۔

ناظم (کچھ سوچ کر) نگار سے معافی مانگوں؟

فرخ - اور کوئی چارہ نہیں۔

ناظم - یہ نہیں ہو سکتا۔ عورت سے معافی؟

فرخ - دربار کا منظر اس سے زیادہ قلب شکن ہوگا۔

ناظم - فرخ یہ ظلم ہے، ناانصافی ہے۔

فرخ - فوجی زندگی نے تجھے خودسر اور ظالم بنا دیا ہے۔ یہ انصاف ہے اور سچا انصاف!

ناظم - مگر تمہارا معاف کر دینا کافی ہے۔

فرخ - معافی سے کوئی واسطہ نہیں مجھے!

ناظم - اچھا تو نگار تم ہی معاف کرو۔ (وہ سر جھکا کر خاموش کھڑا رہتا ہے)

نگار - تم دیکھ رہے ہو بری حالت فرخ ---- پھر اگر اس وقت شہریار دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟

فرخ وہ جو خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔

نگار - کس دل سے معاف کروں فرخ!

ناظم - خدا کے لئے ---- شہریار کے لئے معاف کرو۔ آئندہ ایسی خطا نہ ہوگی؟

فرخ۔ پیاری نگار ---- خیر اب گستاخی کو درگزر کرو۔ اگر آئندہ ناظم کے متعلق اس قسم کا شبہ بھی ہوا تو اس کو عبرتناک سزا دلاؤنگا۔

ناظم۔ ہاں مگر اب مجھے بادشاہ کے پاس پیش نہ کیا جائے۔ اور نہ میری اس حرکت کا کبھی ذکر آئے۔ یہ قصہ یہیں ختم کر دو فرخ!

فرخ۔ تمہاری شرافت پر بھروسہ کر کے معاف کرا رہا ہوں (نگار سے مخاطب ہو کر)

نگار۔ معاف کرتی ہوں۔

فرخ۔ چلو اب یہاں ٹھہرنا فضول ہے۔

نگار۔ ہاں چلو اطمینان سے بیٹھ کر تمہارا سب حال سنونگی ---- اس وقت اگر تم نہ آتے تو معلوم نہیں میری کیا گت بن جاتی۔

فرخ۔ خیر جو کچھ ہو چکا اب اس کو بھول جاؤ۔

[دونوں وہاں سے جاتے ہیں]

ناظم۔ (خود سے) ایک ظالم۔ دوسرا عیب جو۔ ایک خودسر۔ دوسرا مغرور ---- ہاں مگر میں اس ذلت کا انتقام دونوں بدکاروں سے لونگا۔ فرخ نادان میری مکاریوں سے تو واقف نہیں۔ نگار ---- بدزبان میرے حیلوں کو تو ابھی نہیں جانتی ---- ٹھہر ایک دن تجھے اس توہین کے عوض اپنا خون بہانا پڑیگا اور نگار کو میرے قبضہ میں دیکھ کر تیری روح قبر میں مچل مچل کر رہیگی ---- ناظم کو تو ابھی نہیں سمجھا۔

(ناظم غصہ سے نکل کر چلا جاتا ہے)

چوتھا ایکٹ ---- چوتھا منظر

سین۔ رات کی تاریکی میں، محل کی چار دیواری کے ایک جانب جہاں بالکل سناٹا

اور سکوت ہے۔ ایک گھوڑا کھڑا ہوا ہے جو تاریکی میں صاف طور پر پہچانا نہیں جا سکتا۔ ناظم جو بھیس بدل کر قلعہ کے سپاہیوں اور پہرہ داروں کے فرائض کی نگرانی کی غرض سے نکلتا ہے۔ گھوڑا دیکھ کر ٹھہر جاتا ہے۔ اور پھر کچھ سوچ کر گھوڑے کے قریب آتا ہے اور راز معلوم کرنے کے لئے چھپ جاتا ہے۔]

[زمرد، قصر شاہی کی ایک کنیز، جو محل کی قید سے گھبرا کر بھاگ جانا چاہتی ہے۔ ایک پوشیدہ دروازہ سے نکل کر فوجی لباس میں ملبوس گھوڑے کے پاس آتی ہے اور گھوڑے پر بیٹھنا چاہتی ہے]

ناظم۔ (زمرد کو اچانک پکڑ کر حیرت سے دیکھتے ہوئے) ایں! زمرد۔ تو ہے؟

زمرد۔ (خوف سے کانپتے ہوئے) ناظم —— ناظم؟

[وہ متوحش نگاہوں سے ناظم کو دیکھتی ہے۔ اُس کی آواز نہیں نکلتی]

ناظم۔ (کسیقدر غصہ سے) زمرد —— کنیز ہے تو۔ اور یہ جرأت تیری —— شاہی محل سے فرار ہو جانا آسان کام سمجھ لیا۔

زمرد۔ نہیں۔ آسان نہیں بہت دشوار۔

ناظم۔ اپنے آپ کو کانٹوں پر گرانے کا سبب؟

زمرد۔ (گھبرائی ہوئی آواز میں) ناظم —— ناظم نہ پوچھو سبب۔ اس وقت خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔

ناظم۔ زمرد۔ تیری یہ باتیں کام نہ دینگی، محض تیری بے چینی اور آہیں مجھے ترس کھانے کے لئے مجبور نہیں کر سکتیں۔ مجھے مجبوراً بادشاہ کے سامنے تجھ کو پیش کرنا پڑیگا۔

زمرد۔ ناظم آہ ناظم۔ خدا کے لئے شہریار کے سامنے مجھے نہ لے جاؤ۔ میں اُن کی قہر آگیں نگاہوں کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی۔

ناظم۔ اگر یہی خوف تھا تو پھر پہلے ہی سے کیوں نہ سوچ لیا؟

زمرّد۔ مگر مجھے خیال تھا کہ بھاگ جاؤنگی ناظم میں۔
ناظم۔ (دانت پیسکر) ہاں بھاگ جاؤگی —— تم اور جس نے یہ گھوڑا اور فوجی لباس تم کو دیا —— وہ بھی کل قید خانہ کی ہوا میں سانس لے رہا ہوگا۔
زمرّد۔ سنگدل نہ بنو۔ ناظم —— مجھ پر ترس کھاؤ۔ مجھے چھوڑ دو۔ بھاگ جانے دو۔
ناظم۔ کھیل نہیں ہے کوئی! اگر تم جیسی لڑکیاں شاہی محل سے بھاگ جائینگی تو ہماری جان کی سلامتی پھر کیونکر ممکن ہوگی؟
زمرّد۔ بہت مجبور تھی میں ناظم۔
ناظم۔ بلا سبب نہ ہوگی یہ مجبوری۔
زمرّد۔ کیا بتاؤں سبب اس کا —— ہاں مگر بتا دونگی اگر تم مجھے اس جرم سے بچاؤ۔
ناظم۔ تمہیں مجبوراً سب بتانا پڑیگا۔ زمرّد تمہیں بچانے کا میں وعدہ نہیں کرسکتا۔
زمرّد۔ آہ اللہ —— شہریار کی غضب آلود نگاہوں کی تاب کیسے لاسکونگی؟
ناظم۔ یہ مشکل نہیں زمرّد، یہ اس سے زیادہ مشکل نہیں کہ قلعہ سے کیونکر بھاگ جانیکا موقع ملے گا۔
زمرّد۔ محل کی قید سے گھبرا کر میں بھاگ جانا چاہتی تھی —— بس محل کی قید سے اور اپنی بے وقعتی دیکھکر۔ یہی سبب تھا ناظم۔
ناظم۔ بے وقعتی کیسی؟
زمرّد۔ محل میں نگار کی ہر جگہ پرستش ہے اور میری قدر کسی کی نگاہوں میں نہیں۔
ناظم۔ یہ کوئی بڑا سبب نہ تھا۔ شاہی محلوں میں سیکڑوں کنیزیں رہا کرتی ہیں۔
زمرّد۔ ہاں ٹھیک ہے ناظم۔ مگر میں بیزار ہوگئی تھی ایسی قید سے۔ مگر اب ناظم مجھے پناہ دو مجھے آنے والی مصیبت سے تمہیں چھڑا سکتے ہو۔ [آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں]
ناظم۔ ایک شرط ہے۔

زمرّد۔ اس وقت کوئی شرط بھی ہو مجھے قبول کرنے میں تامّل نہ ہوگا۔
ناظم۔ میرے ساتھ شادی کا وعدہ کرو۔
زمرّد۔ (کسی قدر مبہوت ہوکر) تم سے؟
ناظم۔ ہاں۔ ورنہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔
زمرّد۔ بادشاہ کی کنیز ہوں ناظم۔
ناظم۔ میں بھی بادشاہ کا ایک فرمانبردار ملازم ہوں۔
زمرّد۔ تاہم تم ملازم ہو۔ ہم دونوں کا ساتھ کیونکر ہوسکتا ہے؟
ناظم۔ بہت آسانی سے؟ شہریار سے اجازت تم لے سکتی ہو۔
زمرّد۔ مشکل ہے۔
ناظم۔ رہائی بھی دشوار سمجھ لو۔
زمرّد۔ (پریشانی سے) ناظم۔ ناظم تم خود ہی غور کرو۔
ناظم۔ سب سوچ کر کہہ رہا ہوں۔
زمرّد۔ اچھا تو میں وعدہ کرتی ہوں۔
ناظم۔ مگر صرف یہی نہیں۔
زمرّد۔ اور کیا؟
ناظم۔ ہر کام میں تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔
زمرّد۔ مجھے نہ بتاؤ گے وہ کام؟
ناظم۔ مجھے انتقام لینا ہے۔
زمرّد۔ کس سے؟
ناظم۔ فرّخ سے۔
زمرّد۔ کس بات کا؟

ناظم۔ اس سے تمہیں مطلب نہیں۔

زمرّد۔ مگر ناظم بادشاہ سے کیسے دریافت کرونگی؟

ناظم۔ یہ مجھے نہیں معلوم؟

زمرّد۔ اگر کوئی ایسا موقع نہ ملا —— کیونکہ آجکل شہریار پہلے سے زیادہ بیچین رہا کرتے ہیں

ناظم۔ ایک اور تدبیر بھی ہے۔

زمرّد۔ میں بھی جانوں؟

ناظم۔ ہم یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ کہیں اور —— مالوہ سے باہر۔

زمرّد۔ یہ خیال سب سے اچھا ہے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں ناظم۔

ناظم۔ مجبوراً یہی ٹھان لی ہے۔

زمرّد۔ اس میں کامیابی ممکن ہے۔ کوشش کرو کہ ہم یہاں سے جلد ہی نکل جائیں۔

ناظم۔ ہاں اور تم بھی مجھے ہر وقت ہر بات سے اطلاع کرتی رہنا۔

زمرّد۔ کوئی ذراسی بات بھی نہ چھپاؤں گی۔

ناظم۔ اچھا تو اب خاموشی سے واپس چلی جاؤ —— یہ کپڑے اُتار دو —— کہیں کوئی پہرہ دار آ کر نہ دیکھ لے۔

زمرّد۔ ہاں جاتی ہوں۔

[زمرّد فوجی کپڑے اُتار کر ناظم کو دیدیتی ہے۔ ناظم گھوڑے پر بیٹھکر چلا جاتا ہے]

چوتھا ایکٹ —— پانچواں منظر

سین۔ قصرِ شاہی کا ایک خوبصورت دالان —— ایک زرّیں مسند پر باز بہادر ایک تکیہ سے لگا ہوا بیٹھا ہے۔ قریب ہی اُس کے روپ متی سرنگوں بیٹھی ہے

باز بہادر روپ متی کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

باز بہادر۔ (سرور و نشاط آگیں انداز سے) رانی؟

روپ متی۔ (آنکھیں باز بہادر کی طرف اُٹھا کر)۔۔ سرتاج؟

باز بہادر۔ ہماری تمناؤں کی بیچینیاں سکون پذیر ہو چکی ہیں۔ ہمارے حشر خیز جذبات کے طوفان اُتر چکے ہیں۔ ہمارے ارمانوں کی ویران دنیا میں ایک دوسرے کی موجودگی سے آباد اور پُرشور ہو گئی ہیں۔ کوئی پُرکیف نغمہ چھیڑ دو —— اور راگوں کی فرحت باریاں ہمیں اپنے اندر کھو جانے دیں۔ سنتی ہو رانی؟

روپ متی۔ (شرمیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے) میرا نغمہ —— میرا راگ۔؟ میرے راگوں میں کیا تاثیر ہے سرتاج؟

باز بہادر۔ نہ پوچھو رانی —— آہ تمہارا راگ —— تمہارے پریم بھرے راگوں میں زندگی کی حقیقی اور غیر فانی روح پنہاں ہے۔ تمہارے نغموں میں مدہوش کر دینے والا جادو ہے —— اور کیا چاہیئے رانی ہمیں؟

روپ متی۔ مگر سرتاج۔ میرے نغموں کو سنکر آپ کیا کرینگے؟

باز بہادر۔ اپنے راگوں کا اثر پوچھتی ہو رانی؟ پوچھنے سے کیا فائدہ۔ خود ابھی دیکھ لینا۔

روپ متی۔ عذر ہے آپ کو بتانے میں؟

باز بہادر۔ نہیں رانی —— سنو، سلطنت کے کاروبار اور انتظام کی فکریں اور پریشانیاں مجھ سے دور بھاگ جائینگی —— میں خود کو ان سے آزاد کر لوں گا —— رانی میں یہی چاہتا ہوں۔ مجھے یقین ہے تمہارے نغمے میرے تھکے ہوئے دماغ اور پریشان خیالات کو مرکزِ سکون اور اطمینان پر لا سکتے ہیں۔ بس اب کوئی راگ، دلکش، رنگین اور رسیلا چھیڑ دو —— انتظار نہ کراؤ زیادہ۔

روپ متی۔ میں یہ سب کچھ کر سکتی ہوں —— ؟ میرے سرتاج کاش میں یہ سب

کچھ کر سکوں آپ کے لئے۔

باز بہادر۔ کر سکتی ہو رانی تم۔

روپ متی۔ (نیاز مندی سے) مگر خود کو اس قابل نہیں پاتی۔

باز بہادر۔ یہ سب اُس سے کہو رانی۔ جو تمہارے نغموں کی لطافت سے سیراب نہ ہُوا ہو۔ —— مجھ سے کہہ رہی ہو؟ ایک ترنم نواز سے —— ایک نغمہ پرست سے —— رانی ایک ایسے موسیقی داں سے جس نے اپنی زندگی راگوں کے طوفانی سمندروں میں تیر کر گزاری ہو۔

روپ متی۔ انکار کیسے کر سکتی ہوں سرتاج؟

باز بہادر۔ پھر اصرار بے جا ہے رانی۔

روپ متی۔ آپ صرف گائیں گے؟

باز بہادر۔ بس اور کچھ نہیں۔

روپ متی۔ نگار کو بلاؤں؟

باز بہادر۔ اس سے تمہارا منشا؟

روپ متی۔ اُس کے رقص کی فراموش کن ادائیں شاید آپ کی تھکن دور کر دیں۔ اور اس کے دلکش نغمے بھی۔

باز بہادر۔ تمہارے نغمے سامعہ نوازی سے کیوں قاصر ہیں؟

روپ متی۔ دل نہ چاہتا تھا اس وقت۔

باز بہادر۔ میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا —— میں نے جان کر نہیں کہا تھا مگر —— طبیعت یونہی چاہتی تھی کچھ اس وقت —— مگر تم رہنے دو۔ میں خود اب یہ خدمت تمہارے لئے انجام دونگا۔

روپ متی۔ مگر سرتاج۔ یہ ناممکن ہے!

باز بہادر۔ اس میں نقصان کیا ہے رانی ؟

روپ متی ۔ توہین کر رہی ہوں اس طرح میں آپ کی ۔

باز بہادر۔ ایسا نہ خیال کرو رانی ۔ تم مجھے منع کرتی ہو نہیں نہ منع کرو۔ مجھے۔ چھیڑنے دو کوئی راگ ۔ اور کوئی تمنّا نہیں میری ۔

روپ متی ۔ نہیں سرتاج ۔ میں خود سناؤنگی ۔

باز بہادر۔ طبیعت کے خلاف کرنے کی وجہ ؟

روپ متی ۔ کوئی وجہ نہیں ۔۔ مگر میں اب ضرور اس کے لئے تیار ہوں ۔

باز بہادر۔ تمہاری اس خلاف طبیعت حرکت سے مجھے تکلیف ہوگی ——— میرا کہنا مان لو رانی ۔

روپ متی ۔ میری التجا سرتاج ۔

باز بہادر۔ تو میں منع نہیں کرتا تمہیں ۔

[روپ متی تالی بجاتی ہے ۔ زمرّد داخل ہوتی ہے]

روپ متی ۔ دیکھ زمرّد ۔ میرا ستار اُٹھا لا ——— ستار اور بربط بھی ——— اور بانسری بھی ——— نہیں مگر بانسری نہیں ۔ صرف ستار اور بربط ——— جا جلد لا ۔

[زمرّد چلی جاتی ہے]

باز بہادر۔ [ایک محویت کے عالم میں] اب آسمان کے ستارے اپنی حرکت بند کر کے ریت کے ذرّوں کی طرح ساکت ہو جائیں گے ——— سمندر کی موجیں تھم جائینگی ——— دریا اپنی روانی بھول جائیگا ——— چاند کی کرنیں سربسجود ہو جائینگی ۔ پرندے اپنا چہچہانا بند کر دیں گے ——— ساری دنیا رانی ——— ساری دنیا اور سارے آسمان ——— تم جھوٹ سمجھتی ہو ؟ تمہارے نغموں کی وسعت میں بالکل جذب ہو جائینگے اور تمہارے راگوں کی گہرائیوں میں سمٹ کر آ اتر آئیں گے ———

روپ متی - پھر کیا ہو گا اُس وقت سرتاج ؟
باز بہادر - اضطراب بخار بن کر اُڑ جائے گا۔
روپ متی - اور ؟
باز بہادر - پریشانیاں غرقِ آب ہو جائیں گی۔
روپ متی - اور ؟
باز بہادر - ہم آسمان کی نامعلوم بلند فضاؤں میں طیران کرنے لگ جائیں گے۔
روپ متی - سرتاج ——————————

——————[زمرد ستار اور بربط لیکر داخل ہوتی ہے] لے آئی تو۔ ہاں اِدھر رکھدے سب۔ بس جا اب تیرا کوئی کام نہیں یہاں۔ [زمرد جاتی ہے]

باز بہادر - ہاں رانی اب کوئی راگ جلد —— کوئی سکون بخش۔ میٹھا سا —— دل لُبھا لینے والا —— بہت باریک۔ بہت درد آگیں —— سُنا رانی —— بس اب میں کچھ نہ کہونگا۔

[روپ متی ستار پر گانے لگتی ہے اور باز بہادر ہمہ تن محو ہو کر سننے لگتا ہے]

باز بہادر - (چونک کر) یہ راگ ختم ہو گیا ؟
روپ متی - سرتاج ! —— کوئی اور چھیڑوں ؟
باز بہادر - نہیں رانی بس کرو اب —— تم زیادہ تھک جاؤ گی۔
روپ متی - مجھے کوئی تھکن نہ محسوس ہو گی۔
باز بہادر - میری خاطر تم سب کچھ برداشت کر لو گی رانی ! نہیں مگر تم ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر —— رقص سے طبیعت بہلاؤ۔
روپ متی - مجھے آپ کی مسرت درکار ہے۔
باز بہادر - بس اسی میں میری مسرت ہے ——————————

[تالی بجاتا ہے۔ ایک کنیز آکر مودب کھڑی ہو جاتی ہے] ــــ جا زمرّد کو بھیج۔ رقص کے لباس میں آئے۔ دیر نہ ہو زیادہ۔

[کنیز رخصت ہو جاتی ہے]

روپ متی۔ زمرّد کو یاد کیا سرتاج نے؟

باز بہادر۔ کیوں کیا وہ رقص کرنا نہیں جانتی؟

روپ متی۔ نگار سے اچھا نہیں سرتاج!

باز بہادر۔ ہاں نگار ــــ میں جانتا ہوں نگار کو ــــ میری ساری دلچسپیاں اُسی کے رقص سے وابستہ تھیں میری تمام بیقراریوں کو وہ صرف اپنے رقص کی ہلکی سی دلربائیوں میں محو ہو جانے دیتی تھی ــــ اپنے راگ کی ساحرانہ کیفیتوں سے مجھے بیخود بنا دیتی تھی۔ مگر ایک مرتبہ رانی۔

[باز بہادر چپ ہو جاتا ہے۔ اُسے اپنی پہلی بیتابیاں یاد آجاتی ہیں]

روپ متی۔ کیا ایک مرتبہ سرتاج؟

باز بہادر۔ ہاں ایک مرتبہ رانی ــــ میں اُس کے رقص سے نگاہوں کو مخمور کر رہا تھا۔ بس یکایک طبیعت اُچٹ گئی۔ اُس دن سے آجتک اُسکا رقص نہیں دیکھا۔

روپ متی۔ (کچھ سوچتے ہوئے) کوئی سبب تھا سرتاج اسکا؟

باز بہادر۔ ہاں رانی سبب کیوں نہیں تھا ــــ بس ایک بیخودی سی طاری ہو گئی۔ اور کسی حسین صورت کا خیال دماغ سے ٹکرانے لگا۔ بس اُس گھڑی سے اور آج تک.. ــــ سمجھیں رانی؟

روپ متی۔ مگر اب وہ بات باقی نہ رہی ہو گی ــــ اس لئے اُس کا رقص دیکھنے سے شاید کچھ سرور حاصل ہو سکے۔

باز بہادر۔ زمرّد کو نہ بلاؤں؟

روپ متی۔ نگار کو تو خود خواہش ہے رقص کرنے کی۔
باز بہادر۔ اچھا تو نگار کو بلاتا ہوں۔
روپ متی۔ اس سے زمرد کی دل شکنی ہوگی۔
باز بہادر۔ تو کسی کو نہ بلاؤں؟
روپ متی۔ زمرد کو گا لینے دیجئے۔ پھر نگار کو بلائیے۔
باز بہادر۔ ہاں یہ ٹھیک ہے رانی؟ ایسا ہی کروں گا۔
[زمرد نہایت رنگین رقص کے جامہ میں داخل ہوتی ہے]
روپ متی۔ دیکھئے وہ آرہی ہے — یہ لباس اس پر کیسا زیب دے رہا ہے اسوقت؟
باز بہادر۔ تیتری معلوم ہوتی ہے رانی؟
روپ متی۔ بلکہ کوہ قاف کی پری۔
باز بہادر۔ کاش اس کے نغمے بھی اسی قدر فرحت بخش ہوں ———
[زمرد کورنش کے بعد رقص میں مصروف ہو جاتی ہے] آج خوب رقص کر رہی ہے
رانی؟
روپ متی۔ ہاں کچھ نئے نئے انداز سیکھ لئے ہیں۔
[کچھ دیر کے بعد زمرد اپنا رقص اور گانا ختم کرتی ہے]
باز بہادر۔ بس زمرد تو جا — اور نگار کو رقص کرنے کے لئے بھیجدے۔ [جاتی ہے] —
رانی — ایک بات کہنی ہے تم سے۔
روپ متی۔ فرمائیے؟
باز بہادر۔ فرخ کو جانتی ہوگی؟
روپ متی۔ وہی آپ کا وفادار مصاحب۔
باز بہادر۔ مجھے اس کی خدمت کا صلہ دینا ہے ابھی۔

روپ متی۔ کونسی خدمت کا؟

باز بہادر۔ سب سے بڑی خدمت، جو اُس نے میری کی ہے!

روپ متی۔ کیسی خدمت ہے؟

باز بہادر۔ عالمِ دیوانگی میں جب میں کسی نادیدہ شے کا شیدائی بن گیا تھا۔ اُس نے میری بہت تسلّی کی اور اپنی ساری راحتیں میرے لئے وقف کر دیں۔

روپ متی۔ فرخ درحقیقت بہت شریف معلوم ہوتا ہے۔

باز بہادر۔ اس میں کیا شک ہے رانی؟ اور اگر سچ پوچھو تو اس کی وجہ سے ہماری شادی کا مسئلہ بھی نہایت آسانی سے حل ہو گیا۔

روپ متی۔ ورنہ کیا کرتے سرتاج؟

باز بہادر۔ اپنی محبت کی تکمیل کے لئے سب کچھ کر ڈالتا — سب کچھ کر ڈالتا۔

روپ متی۔ پھر فرخ نے کیا مشورہ دیا تھا آپ کو؟

باز بہادر۔ وہی رانی پیغام کا مشورہ جو تم جانتی ہو گی شاید۔

روپ متی۔ فرخ کی یہ خدمت یقیناً قابلِ قدر ہے۔ صلہ مگر آپ نے ان زریں خدمات کا کیا مقرر کیا ہے؟

باز بہادر۔ نگار سے اُسے محبت ہے۔ نگار اُسے بخش دونگا۔

روپ متی۔ بس —؟

باز بہادر۔ اور اپنی ریاست کا دیوان مقرر کر لونگا۔

روپ متی۔ بہت مناسب ہے سرتاج۔

[نگار ایک بالکل عجیب سے ملبوس میں آہستہ آہستہ آتی ہے]

باز بہادر۔ نگار آ رہی ہے رانی —؟

روپ متی۔ اور آپ نے کیا سمجھا تھا؟

بازبہادر۔ کوئی اور۔ سچ جانو رانی۔ پہچانی نہیں جاتی۔

روپ متی۔ اور سرتاج لباس کسقدر خوشنما ہے اس کا؟

بازبہادر۔ اس وقت نگار سراپا نگار بنی ہوئی ہے۔

[نگار ناچنے اور گانے میں منہمک ہو جاتی ہے]

روپ متی۔ تانیں کسقدر دلکش ہیں؟

بازبہادر۔ رانی سانس کے ساتھ سینہ میں اُترتی جا رہی ہیں۔

روپ متی۔ رقص میں قدم کتنے نزاکت اور خوبی سے اُٹھ رہے ہیں۔

بازبہادر۔ جیسے کوئی ہوا میں تیر رہا ہو۔

روپ متی۔ فرخ اس صلہ سے بجیسہ خوش ہوگا۔

بازبہادر۔ کیوں نہیں رانی؟ — اُس کی مسرتیں لامحدود ہو جائینگی — اُس کی انبساط کا اندازہ ناممکن ہو جائیگا۔

روپ متی۔ پھر اسی وقت فرخ کو بلا کر یہ عطیہ مرحمت فرما دیجئے نا۔

بازبہادر۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا — یہ رقص اور نغمہ ختم ہو جانے دو۔

[دونوں خاموش ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد نگار ٹھہر جاتی ہے]

روپ متی۔ نگار۔ ذرا دیر ابھی رقص نہ کر — شہریار کچھ اور چاہتے ہیں۔

[نگار سر جھکا کر ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہے]

بازبہادر۔ نگار کسی کنیز سے کہہ کہ فرخ کو بلا لائے۔

[نگار جا کر پھر واپس آجاتی ہے]

روپ متی۔ جب تک نگار کوئی اور نغمہ — فرخ کو آنے میں دیر لگیگی۔

[نگار پھر گانا شروع کرتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرخ آتا ہے۔ بادشاہ اور ملکہ کو آداب شاہانہ بجا لا کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے۔ نگار اپنا گانا

[اور ناچ ختم کرتی ہے]

باز بہادر - جانتے ہو فرخ - میں نے تمہیں کس لئے بلایا ہے؟

فرخ - شہریار مجھے علم نہیں اس کا۔

باز بہادر - آج تمہاری خدمتوں کا صلہ تمہیں دیا جائے گا۔

فرخ - کن خدمتوں کا شہریار میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو صلہ اور انعام کے قابل ہو۔

باز بہادر - یہ نہ سمجھو فرخ - تمہاری کوششوں سے خدا نے مجھے یہ دن نصیب کیا۔ تم بہت زیادہ انعام کے مستحق ہو - آہ تمہاری ان خدمات کا صلہ ـــــ مگر درحقیقت کچھ نہیں ہو سکتا۔

فرخ - ذرہ نوازی ہے شہریار کی۔

باز بہادر - فرخ - میں تمہاری خدمات کے صلہ میں اپنے محل کی حسین مغنیہ اور بہترین رقاصہ نگار تمہیں بخشتا ہوں۔ اور آج سے تمہیں اپنی سلطنت کا دیوان اور اپنا نائب مقرر کرتا ہوں ـــــ کل اہلِ دربار کو بھی یہ حکم سنا دیا جائے گا۔

فرخ - (مسرت سے) شہریار آپ کی ان بخششوں، عزت افزائیوں اور قدردانیوں کا شکریہ زبان سے ادا نہیں ہو سکتا - خدا آپ کو دائم ہمارے سر پر سلامت رکھے۔

[روپ متی اور نگار ایک ساتھ آمین کہتی ہیں]

باز بہادر - جاؤ تم دونوں ـــــ اور بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر بجا لاؤ ـــــ

[نگار اور فرخ نہایت ادب سے کورنش بجا لا کر چلے جاتے ہیں، باز بہادر ایک لمبی سانس بھر کر] ـــــ اب مجھے کامل اطمینان ہوا رانی۔

روپ متی - اور مجھے بھی سرتاج ایک فرحتِ قلب محسوس ہو رہی ہے۔

[ایک کنیز داخل ہوتی ہے]

کنیز۔ جہاں پناہ — خاصہ تیار ہے۔

باز بہادر۔ [نظر اُٹھا کر کنیز کو دیکھتا ہے۔ وہ چلی جاتی ہے] — ہاں رانی چلو اب۔

[دونوں اُٹھ کر وہاں سے آہستہ آہستہ چلے جاتے ہیں]

پانچواں ایکٹ — پہلا منظر

سین - آگرہ کے قلعہ کا دیوان عام — دربار آراستہ ہے۔ شہنشاہ اکبر تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ لوگ اِدھر اُدھر صف بستہ مودب کھڑے ہیں۔ تخت کے نیچے وزیر اور میر منشی کاغذات اُلٹ پلٹ کر رہے ہیں اور بعض اوقات شہنشاہ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

[ایک چوبدار داخل ہوتا ہے]

چوبدار۔ (کسی قدر جھک کر) جہاں پناہ ایک اجنبی شخص دربار میں حاضر ہونے کا شرف چاہتا ہے۔

اکبر۔ (متانت سے) کون شخص ہے؟

چوبدار۔ جہاں پناہ — مالوہ سے آیا ہے — کوئی معزز شخص معلوم ہوتا ہے۔

اکبر۔ اچھا؟ ..... حاضر کرو۔

[چوبدار جاتا ہے۔ ناظم داخل ہوتا ہے۔ اور کورنش بجالاتا ہے] ....

[ناظم سے مخاطب ہو کر] تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟

ناظم۔ عالی جاہ۔ مالوہ سے آیا ہوں۔ اور وہاں کی فوج کا ایک اعلیٰ سردار ہوں۔

اکبر۔ یہاں آنے کی غرض؟

ناظم۔ وہاں کی حکومت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اکبر۔ [غور سے ناظم کو دیکھ کر] کیا حالات ہیں وہاں کے؟

ناظم۔ عالی جاہ وہاں کا بادشاہ نہایت عیش پسند اور نغمہ پرست واقع ہوا ہے۔ دن رات نغمہ نوازی، بربط اور چنگ میں مشغول رہ کر گزار دیتا ہے۔ وہاں کا انتظام بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے اور رعایا سخت پریشان ہے۔

اکبر۔ تو تو کیا چاہتا ہے؟

ناظم۔ عالی جاہ اُسے فتح کر کے وہاں امن و امان قائم کریں۔ رعایا کی پریشانی میں نہیں دیکھ سکا اور اس لئے عالیجاہ کے دربار میں اُس کی طرف سے یہ پیغام لایا ہوں۔

اکبر۔ بادشاہ ملکی معاملات میں بالکل حصّہ نہیں لیتا؟

ناظم۔ کچھ عرصہ سے وہ اس سے بالکل بے نیاز ہو گیا ہے عالی جاہ —— اُس کی حکومت اُس کی بجائے ایک دیوان کے ہاتھ میں ہے جو بیحد ظالم، سخت گیر اور لٹیرا ہے۔ رعایا کو تباہ و برباد کئے دے رہا ہے اور تمام لوگ اس کے ظلم و ستم سے پناہ مانگتے ہیں۔

اکبر۔ [دربار کے حاضرین سے مخاطب ہو کر] یہاں کون ایسا شخص ہے جو مالوہ فتح کر سکتا ہے؟

[کچھ دیر سکوت رہتا ہے]

آدم خاں۔ [آگے بڑھ کر] جہاں پناہ اگر یہ خدمت اس غلام کو تفویض فرمائیں تو عین عزت افزائی ہے۔

اکبر۔ [بارعب لہجہ میں] آدم خاں تجھے یقین ہے کہ تو مالوہ کو ظلم اور ظالم بادشاہ سے نجات دلا سکتا ہے؟

آدم خاں۔ جہاں پناہ یقین ہے اور کامیابی کی خدا سے امید ہے۔

اکبر۔ اچھا تو یہ مہم تیرے سپرد کی جاتی ہے۔ اور فوج کا ایک بڑا دستہ بھی تیرے ہمراہ کر دیا جائے گا۔

آدم خاں۔ جہاں پناہ کا اقبال شامل حال ہے تو انشاءاللہ کامیاب واپس آؤنگا

ناظم۔ عالی جاہ۔ اس غلام کو بھی فوج کے ہمراہ روانہ کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

اکبر۔ [سوچتے ہوئے] تجھے —— ؟ ایسی مہم میں تجھ پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

ناظم۔ عالی جاہ میری شرافت پر اعتماد کیجئے۔
اکبر۔ اگر تو نے فوج کی کہیں مخالفت کی؟
ناظم۔ سزا کا مستحق سمجھئے عالی جاہ۔
اکبر۔ اگر تجھ سے کسی قسم کا ضرر پہنچا——؟
ناظم۔ میری جان معاوضہ میں پیش ہے۔
اکبر۔ ہاں تو اب تو جا سکتا ہے—— [سخت لہجہ میں] مگر سن اور غور سے سن، تو اکبر سے وعدہ کر رہا ہے۔ تو ہندوستان کے شہنشاہ سے یہ سب کچھ کہہ رہا ہے جس کے قبضہ میں مالوہ جیسی کئی سلطنتیں ہیں۔ اور جس کی طاقت کا ہندوستان میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو اس سے یہ وعدہ کر رہا ہے۔ اکبر تیری شرافت پر یقین کر کے تجھے اپنی فوج کے ہمراہ جانے کی اجازت دیتا ہے—— اگر فوج کو کوئی صدمہ پہنچا تو تیرا سر اس صدمہ کی تلافی کریگا—— جا اور سمجھ سے کام لے—— دھوکہ بازی اور مکاری کا خیال موت کو دعوت دینا ہوگا۔
ناظم۔ عالیجاہ اس فرمان کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہوگی—— حضور کی فوج کو ضرر پہنچانے کا وہم تک اس غلام کے ناقص دماغ میں نہیں پیدا ہو سکتا۔
اکبر۔ (کسیقدر حقارت اور غصہ سے) ہاں سب جانتا ہوں—— انسانی فطرت سے بھی واقف ہوں—— جانتا ہوں کہ وہ کس وقت بدل سکتی ہے۔ اور کیا چیز اُسے بدل جانے کے لئے مجبور کرتی ہے؟—— اگر تو بدلیگا تو زر کے لالچ میں، زن کی تمنا میں—— یا زمین کی خواہش میں—— مگر تیرا اکبر کی فوج سے بدلنا۔ طوفان سے بدلنا ہوگا—— آگ کے اندر کودنے کی جرأت ہوگی، شیر کے منہ میں گرا دینے کی کوشش—— سن لے کہ سونے کی نظر فریب چمک سے تیروں کی لوکیں زیادہ خونخوار ہونگی۔

ناظم۔ شہنشاہی حکم کے مو برابر بھی خلاف نہ ہوگا۔

اکبر۔ میں بھی تجھ سے یہی سننا چاہتا ہوں۔

[ناظم اور آدم خاں دربار سے نکل کر چلے جاتے ہیں۔ دربار پر پھر ایک معنی خیز خاموشی طاری ہوجاتی ہے]

پانچواں ایکٹ ——— دوسرا منظر

سین۔ مانڈو گڑھ۔ محل کی بارہ دری ——— باز بہادر اور روپ متی مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ روپ متی کے ہاتھ میں ستار ہے اور وہ گا رہی ہے۔

[کچھ وقفہ اس حالت میں گزر جاتا ہے۔ فرخ گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے]

فرخ۔ شہریار ——— شہریار؟

باز بہادر۔ (چونک کر) ٹھہر جاؤ رانی فرخ اس وقت کچھ وحشت زدہ معلوم ہو رہا ہے ——— کہو فرخ کیا خبر لائے؟

فرخ۔ شہریار، دشمن سر پر آ پہنچا۔ دیر نہ کیجئے اور جلد چل کر میدان جنگ میں اس حملہ سے ملک کو بچائیے۔

باز بہادر۔ کیا کہا ——— ؟ فوج ہے؟ فرخ کس کی فوج؟

فرخ۔ [اسی گھبراہٹ سے] پتہ نہیں شہریار ——— غنیم کی ہے ——— شہنشاہ کی ہوگی ——— مگر باتوں میں وقت نکل جائے گا۔

باز بہادر۔ تمہارا کہنا بالکل صحیح ہے ——— مگر فرخ اب مجھ میں وہ ولولہ اور وہ جنگ کا شوق باقی نہیں رہا۔

فرخ۔ یہ خیال ہے محض آپ کا شہریار۔

باز بہادر۔ [مایوسانہ اضطراب سے] نہیں فرخ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یہ حقیقت ہے خیال نہیں --- ستار کے تاروں کی سنسناہٹ میں جنگ کی محشر خیز آوازیں مستور ہو گئی ہیں۔ ان کی سُریلی اور دلکش لے میں تلواروں کی جھنکاریں روپوش ہو چکی ہیں گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور بندوقوں کی گرج خواب و خیال بن گئے ہیں --- نغمہ کے طلسم کی رنگینیوں میں جنگ کے علم و فن سب کھو گئے۔ تم ہی کہو فرخ اب آخر کس دل سے جنگ میں جاؤں؟

فرخ۔ شہر یار! اس وہم کو دور کر دیجئے۔ آپ میں سارے جذبات اور ساری طاقتیں وہی ہیں صرف ایک ہمت سے وہ سب پھر اُبھر سکتے ہیں۔

باز بہادر۔ انتہائی بے چینی سے، جنگ کا نام دماغ برداشت نہیں کر سکتا۔

فرخ۔ شان کے خلاف ہے شہر یار۔ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں۔

باز بہادر۔ ہُوا کرے --- میں مجبور ہوں۔

فرخ۔ شہر یار۔ رعایا کیا کہیگی؟ اُسے آپ کا انتظار ہے۔ وہ آپ کی پناہ ڈھونڈھ رہی ہے --- وہ آپ کے دامن عاطفت میں چھپنے کے لئے بے چین ہے۔ اُٹھیے شہر یار اور اُسے مغل کی تلواروں پر بھینٹ چڑھنے سے قبل اپنے طاقتور ہاتھوں سے محفوظ کر لیجئے --- ورنہ یہ واقعہ ایک بدنما داغ بنکر تاریخ کے صفحات پر منقوش ہو جائے گا۔

باز بہادر۔ تم بالکل سچ کہہ رہے ہو فرخ۔ [سوچ میں چلا جاتا ہے]

فرخ۔ پھر کس سوچ میں ہیں شہر یار آپ --- وقت گزر رہا ہے۔ دشمن قریب آتے جا رہے ہیں۔

باز بہادر۔ فرخ تم خود فوج کی رہنمائی کر کے حملہ کا جواب دو۔

فرخ۔ حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں شہر یار --- مگر فوج میں جوش نہ پیدا ہوگا۔ وہ زندہ دلی اُس میں نہیں آسکتی۔ جو آپ کو دیکھ کر یقیناً ان میں عود کر آئے گی۔ آپ کی موجودگی پر فتح

کا دارومدار ہے۔

باز بہادر۔ اگر میں نہ جاؤں — ؟

فرخ۔ تو کامیابی محال ہے۔

باز بہادر۔ مگر فرخ میں غور کرتا ہوں تم جاؤ۔ میں کچھ دیر کے بعد اطلاع دونگا۔

فرخ۔ غضب کر رہے ہیں شہریار آپ — یہ سوچنے اور غور کرنے کا وقت ہے۔ اس وقت کی ایک ایک گھڑی ایک ایک سلطنت کی قیمت کے برابر ہے۔ آپ محض باتوں میں وقت ضائع فرما رہے ہیں۔

باز بہادر۔ تمہاری باتیں سمجھنے کی سعی کر رہا ہوں۔ جبتک تم رہو گے میں کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے تم جاؤ۔ میں پھر اپنے ارادہ سے مطلع کرونگا۔

فرخ۔ شہریار جلد تدبیر کیجئے۔ دشمن بہت قریب آگیا ہے۔

[فرخ چلا جاتا ہے۔ باز بہادر خاموشی سے کسی خیال میں محو ہو جاتا ہے]

روپ متی۔ فرخ نے ٹھیک کہا ہے سرتاج۔

باز بہادر۔ کیا؟

روپ متی۔ آپ کو وقت نہ ضائع کرنا چاہئے۔

باز بہادر۔ میں سوچ رہا ہوں رانی۔

روپ متی۔ کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے سرتاج یہ کام کا وقت ہے — کام کا اور تیزی کا۔

باز بہادر۔ بغیر سوچے سمجھے جنگ پر چلا جاؤں؟

روپ متی۔ آپ باہر تو نکلئے سب کچھ خود ہی سمجھ میں آجائے گا۔

باز بہادر۔ تم مجھے اجازت دیتی ہو جانے کی — میں جانے کے لئے تیار ہوں رانی۔ مگر ایک خیال سے دل بیٹھا جاتا ہے۔

روپ متی۔ کونسی فکر دامنگیر ہے سرتاج ؟
باز بہادر۔ میں تمہیں تنہا چھوڑ کر جاؤنگا رانی!
روپ متی۔ کیوں —؟ میرے سرتاج مجھے بھی ساتھ لیتے چلو اپنے۔
باز بہادر۔ اپنے ساتھ —؟ میرے ساتھ چل کر کیا کرو گی ؟
روپ متی۔ دشمن کو حملہ کا جواب دونگی۔
باز بہادر۔ کس طرح رانی ؟
روپ متی۔ تلوار سے — تیر سے — برچھی سے۔
باز بہادر۔ یہ باتیں تم نہیں برداشت کر سکتیں — رانی میں جنگ میں چلنے کے لئے شیر کا دل ہونا چاہئے۔ پتھر کا جگر ہونا چاہئے۔ تمہاری نزاکت — تمہارا نازک جسم — محلوں میں عیش و آرام سے بسر کرنے والی ہستی۔ ان تمام صعوبتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ — جو جنگ میں پیش آتی ہیں۔
روپ متی۔ کمزور سہی — مگر اپنے سرتاج کے ساتھ شیرنی سے زیادہ خوفناک بن سکتی ہوں۔ پتھر سے بہت زیادہ سخت دل ہو سکتی ہوں۔ اجازت دیجئے سرتاج۔
باز بہادر۔ اجازت — ہ کیسے اجازت دے سکتا ہوں رانی ؟ جن خوفناک مناظر، روح فرسا کیفیات، قلب شکن واقعات اور جگر سوز شور و غل سے سابقہ پڑتا ہے۔ اُن کے تصور ہی سے لرز اُٹھتا ہوں — تمہیں جان کر کس طرح آگ میں دھکیل دوں رانی ؟
روپ متی۔ سب کچھ جھیل لونگی سرتاج!
باز بہادر۔ میری خاطر کہہ رہی ہو — تم نہیں جھیل سکتیں — رانی — میں اچھی طرح واقف ہوں — پھول خارستان کی سختیاں نہیں سہہ سکتا۔
روپ متی۔ اچھا تو نہ لیجائیے — آپ کی خواہش کے خلاف نہیں کر سکتی ہیں۔
باز بہادر۔ سمجھدار ہو رانی تم۔ مگر تم اکیلی یہاں رہوگی؟ اس سے مجھے اور بیتابی رہیگی۔

روپ متی - کیوں کیا ہؤا اکیلے رہنے سے۔

باز بہادر - اس طرح میں تمہیں خطرہ میں ڈال دونگا - تمہیں رانی اور اپنی عزت کو بھی۔

روپ متی - کیسے؟

باز بہادر - کیسے؟ تم خود سمجھ سکتی ہو رانی —— اگر مجھے شکست ہوئی تو مغل سرداروں کے قدم ضرور یہاں تک پہنچ جائیں گے۔

روپ متی - (مضطرب ہوکر) یہ آپ کیوں کہہ رہے ہیں سرتاج؟

باز بہادر - غلط نہیں کہتا رانی —— کاتبِ ازل نے قسمت میں کیا لکھدیا ہے۔ . . . . . . کون جانتا ہے؟ . . . . . شاید!

روپ متی - میری فکر نہ کیجئے سرتاج! اپنی - عایا کی خبر لیجئے - اپنی سلطنت کو قائم رکھنے کی تدبیر کیجئے - یہ سب چیزیں مجھ سے زیادہ قیمتی ہیں —— بہت زیادہ قیمتی ہیں سرتاج -

باز بہادر - تم کہہ لو —— رانی تم کہہ سکتی ہو —— آہ تمہیں یونہی اکیلا چھوڑ دوں - جس کے لئے میں نے تمام مصیبتیں اُٹھائیں جس کے لئے میں نے اپنا آرام کھودیا جس کے لئے اپنا سکون لٹا دیا - اُسے اس طرح بے یار و مددگار چھوڑ دوں - کبوتر کو باز کا شکار بننے کے لئے قفس کا دروازہ کھلا رہنے دوں —— ؟ کون کریگا ایسا رانی؟

روپ متی - سرتاج —— میرے سرتاج، خدا مددگار ہے آپ جائیے، مجھے رعایا کی زیادہ فکر ہے اور سلطنت کی —— مجھے کچھ دیر کے لئے بھول جائیے - اور جنگ میں زیادہ دلی سے جاکر شریک ہو جائیے میرے سرتاج وقت باتوں میں گزارنے سے کیا فائدہ؟

باز بہادر - تم کو بھول جاؤں —— ؟ تم کو بھول سکتا ہوں رانی —— مگر اکبر کے جنگجو اور وحشی، بیرحم اور بے درد سرداروں کے ظلم وستم کیسے بھول جاؤں - اُنہیں کیسے بھلا سکتا ہوں؟ اُن کی خونخواری اور زبردستی کے خیال سے تو دل دہل جاتا ہے۔

روپ متی - اس کی پرواہ نہ کیجئے سرتاج - یہ کچھ نہ ہوگا —— اپنے بچاؤ کی بہت سی تدبیریں کرونگی

مگر مجھے اپنی رعایا کی جان کی پیاری ہے۔ اُنہیں آپ جاکر تسکین دیجئے۔ اُن کی تسلی اور اطمینان آپ کا اپنا آرام اور سکون ہے۔

باز بہادر۔ رعایا کا تم سے مجھے زیادہ خیال ہے ـــ مگر تمہاری سب سے زیادہ فکر ہے رانی مجھے ـــ تمہاری یاد جنگ میں بھی بیقرار رکھے گی۔

روپ متی۔ مگر رعایا کا خون میری اکیلی جان سے بہت زیادہ قیمتی ہے میرے سرتاج۔ اپنی رعایا پر مجھے قربان کر دیجئے۔

باز بہادر۔ مجھ میں یہ سننے کی تاب نہیں رانی ـــ تم ناحق ایسے بُرے الفاظ منہ سے نکال رہی ہو۔

روپ متی۔ پھر آپ جلد جاکر اُن کی خبر لیجئے۔ اُنہیں آپ کی آمد کا انتظار بےچین کر رہا ہوگا۔ اُن کے جذبات دبے ہوئے ہوں گے ـــ اُن کے جوش سرد پڑے ہوں گے۔ مگر آپ کو دیکھتے ہی وہ سب بھڑک اُٹھینگے۔ آپ جایئے تو وہاں۔

باز بہادر۔ جانے سے انکار نہیں ـــ صرف تمہارا خیال ہے۔

روپ متی۔ او اللہ! میں کیسے آپ کو سمجھاؤں؟ کس طرح یقین دلاؤں کہ مجھ پر خدا نے چاہا تو کوئی آنچ نہ آئیگی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ آپ کی عزت اور ناموس پر میں خود کو نثار کر دینے کے لئے تیار رہوں۔

باز بہادر۔ آہ رانی یہ وہ الفاظ ہیں جو سنہرے حرفوں میں تاریخ کی زینت بنکر ابد تک چمکتے رہیں گے ـــ تمہاری وفاشعاری کے راگ صدیوں ہندوستان کے شریف گھرانوں میں گائے جائیں گے اور تم کبھی نہ بھلائی جاؤ گی۔

روپ متی۔ میری التجا کو ٹھکرا رہے ہیں آپ ـــ

باز بہادر۔ کونسی التجا رانی؟

روپ متی۔ دشمن کے مقابلہ پر جانے کی سرتاج۔

باز بہادر۔ دل وجان سے منظور ہے۔

روپ متی۔ پھر اب دیر نہ کیجئے۔

باز بہادر۔ ہاں رانی میں اب جا رہا ہوں ——— اور (آہستہ سے) شاید ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا ہوں۔

روپ متی۔ (بیتاب ہو کر) یہ بُرا شگون ہے سرتاج۔

باز بہادر۔ آثار کچھ ایسے ہی دکھائی دیتے ہیں۔

روپ متی۔ خدا نہ کرے ——— آپ ابھی سے ہمت ہارے دے رہے ہیں میرے سرتاج۔ استقلال اور جوانمردی نے اکبر کو شہنشاہ بنا دیا ہے۔

باز بہادر۔ خدا مالک ہے۔ [آہستہ بے چینی سے] مگر دل جانے کو نہیں چاہتا۔

روپ متی۔ تھوڑی دیر کے لئے دل کو منا لیجئے۔

باز بہادر۔ [جانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے] تو خدا حافظ ہے رانی ——— تم کو ——— تمہاری محبت کو۔ تمہاری وفاشعاری کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

[باز بہادر روپ متی کی پیشانی اور رخساروں کا بوسہ لیتا ہے]

روپ متی۔ (بادلِ حزیں) جاؤ میرے سرتاج۔ خدا کامیاب واپس لائے۔

[باز بہادر مکان سے نکل کر چلا جاتا ہے۔ روپ متی اُسے دیکھتی رہتی ہے۔ اور پھر ایک ستون سے لگ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کچھ دیر بالکل ساکت کھڑی رہتی ہے۔ پھر آنسو اس کی غزالی آنکھوں میں شبنم کی طرح جھلکنے لگتے ہیں]

پانچواں ایکٹ ——— تیسرا منظر

سین۔ قصرِ شاہی کے ایک حصہ میں جو ایک نہایت خوبصورت چھوٹا سا مکان ہے۔

اور فرخ کی قیام گاہ ہے اور بہایت آراستہ ہے۔ نگار بیٹھی ہوئی ستار بجا رہی ہے۔ اور ایک ہلکا سا نغمہ پیدا کر رہی ہے۔

[فرخ عالمِ استغراق میں آہستہ آہستہ داخل ہوتا ہے اور نگار کو اس پُر کیف حالت میں دیکھ کر دروازہ پر ہی ٹھہر جاتا ہے]

فرخ۔ (خود سے آہستہ) آہ پیاری نگار۔ تو اس وقت نغمہ کی سُریلی تانوں میں کھوئی ہوئی ہے اور میں ایک عالمِ اضطراب میں سانسیں لے رہا ہوں —— اور تیری اس دنیا کے لئے بھی تباہی کا پیغام لایا ہوں —— کتنا ظالم ہوں —— کتنا بیرحم ہوں۔ تجھے بھی میرے ساتھ اضطراب کی موجوں میں غرق ہونا پڑیگا۔ ہاں ضرور غرق ہونا پڑیگا اور جانم نہیں کب تک کیلئے؟ اس لئے کہ تو میری شریکِ زندگی ہے۔ میری رفیقۂ حیات ہے ——
مگر (تعجب سے) شوہر بیوی کی راحتیں مٹا دینا چاہتا ہے۔ اُس کی مسرتوں کا خون کرنے کے لئے آیا ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے یہ —— کتنی بڑی بے انصافی ہے —— آجتک کسی شوہر نے یہ نہ چاہا ہوگا۔ کہ اپنی عزیز بیوی کا سکون اور انبساط فنا کر دے۔ مگر میں آج یہی کرنے آیا ہوں۔ دل دھڑکتا ہے۔ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ ہاتھ نہیں اُٹھتے۔ قدم زمین میں گڑے جاتے ہیں۔ او خدا اگر نگار کو اسی دن کے لئے تو نے پیدا کیا تھا کہ میرے ہاتھوں اُس کے سکون کا خاتمہ ہوگا۔ تو مجھے اس کی محبت نہ دی ہوتی۔ مجھے اس کا پرستار نہ بنایا ہوتا ——

(وہ آگے بڑھتا ہے اور نگار کے قریب پہنچ جاتا ہے) نگار۔ نگار!

نگار۔ (چونک کر) کون —— ؟ فرخ! [ستار چھوڑ کر فرخ کی طرف بڑھتے ہوئے] ایں یہ لباس؟ —— یہ فوجی لباس کیسا؟ (گھبرا کر) جنگ کا ارادہ ہے؟

فرخ۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

نگار۔ کیسی جنگ ہے؟ کہاں ہے؟ —— بولو فرخ۔ تم بہت زیادہ چپ ہو اس

وقت ——— میرا جی گھبرا رہا ہے۔

فرخ۔ ہاں نگار ——— تمہارا گھبرانا بجا ہے۔ میری چپ آج غیر معمولی ہے ——— اس کی وجہ پوچھ رہی ہو ——— کیا بتاؤں وجہ اس کی۔ بس اس وقت میرے دل و دماغ میں اَن تھاہ خیالات کے سمندر اُلٹ آتے ہیں۔ اَن گنت پریشانیوں کے صحرا سما گئے ہیں اور ان سب نے ملکر مجھے اتنا چپ کر دیا ہے۔

نگار۔ [زیادہ بیچینی سے] کیا پریشانیاں ہیں فرخ؟ میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں؟

فرخ۔ [خود فراموش اضطراب سے] نگار پیاری ——— آہ نگار۔ تمہاری باتیں مجھے اپنے ارادہ سے بدل دینا چاہتی ہیں۔ تمہاری معصومیت میرے سنگین استقلال کو ڈگمگائے دے رہی ہے ——— تمہاری ملکوتی ادائیں مجھے میرے فرض سے برگشتہ کر دینا چاہتی ہیں۔ میں اب کچھ سُننا نہیں چاہتا ——— میں اب کچھ دیکھنا نہیں چاہتا ——— مجھے بھاگ جانا چاہیئے ——— میں اب بھاگ جاؤنگا۔

[وہ وہاں سے قدم اُٹھاتا ہے نگار اُسے پکڑ لیتی ہے]

نگار۔ [بہت بیچین ہو کر] - دیوانوں کی سی باتیں کر رہے ہو فرخ ——— یہ تمہیں آج ہو کیا گیا؟ ——— میری باتیں ——— میری صورت ——— میرا سب کچھ تمہیں تمہارے فرائض سے کیوں برگشتہ کر رہا ہے؟ میں نے کیا خطا کی ہے؟ فرخ یہ کس جرم کی سرزنش ہے (بیکس انداز سے) تم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔ تم مجھ سے بھاگ جانا چاہتے ہو۔ کوئی وجہ ہے اس کی؟ کوئی سبب ہے فرخ؟

فرخ۔ سبب ہے اور بہت سے اسباب ہیں نگار ———

نگار۔ مجھے بھی تو معلوم ہوں۔

فرخ۔ تاب نہیں بتانے کی ——— زبان میں قوت نہیں ——— بس مجھے بھاگ جانے دو اس سے قبل کہ میں تمہاری باتیں اور سنوں یا تمہارا چہرہ مجھے اپنی طرف دیکھنے پر

مجبور کرے۔ مجھے اس حبس، اس قید سے نکل جانے دو۔

نگار۔ خدایا۔ خدایا۔ یہ آج فرخ کی زبان سے کیا سن رہی ہوں؟ آج میرے کان مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔ مکان، قید، حبس، ــــ میں مجرم ــــ میری عورت سے نفرت ــــ میں کیسے سمجھوں؟ میں کیا سمجھوں۔ فرخ مجھ میں زیادہ صبر کی طاقت نہیں جلد سب کچھ صاف صاف کہدو۔ ورنہ میں بیہوش ہو جاؤں گی ــــ میں مرجاؤں گی ــــ میرے سینہ میں ہول اٹھ رہا ہے۔

فرخ۔ آج یہ سب کچھ دیکھنے کے لئے آیا ہوں ــــ آج قسمت یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے مجھے یہاں لائی ہے۔ آج زمانہ کے خونی انقلابات نے پیاری نگار ــــ میری اچھی نگار تمہارے محبّت آمیز جذبات کو سختی، سنگدلی اور بے انصافی کی ٹھوکروں سے پائمال کر دینے کے لئے مجھے یہاں بھیجا ہے ــــ میں مجبور ہوں ــــ میں بے قصور ہوں۔

نگار۔ میرے جذبات کی پائمالی ــــ میری آرزوؤں کا خون ــــ میرے اطمینان کا قلع قمع ــــ میری راحتوں کی بربادی۔ سب کچھ مجھے منظور ہے۔ سب کچھ پسند ہے۔ شوہر کے ہاتھوں یہ عزت کس عورت کو نصیب ہوتی ہے۔ فرخ میں حاضر ہوں ــــ میری جان ــــ میری محبّت ــــ میری تمنائیں۔ اب زیادہ انتظار نہیں کرسکتیں۔ میری اجازت ہے۔ میں تیار ہوں۔ جو کچھ چاہو کر ڈالو۔ جس طرح چاہو، میری روح کو میرے تن سے نکل جانے کے لئے مجبور کردو۔ میری زبان سے اُف تک نہ نکلیگا۔

فرخ۔ (پر اضطراب لہجہ میں) او خدا میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ میری انسانی فطرت کیا اس قدر ظالم اور سنگدل بن جائیگا کہ میں ایک عورت کی تباہی کو نظر پسندیدگی سے دیکھ سکونگا ــــ آہ ــــ ایک شوہر آج اپنی بیوی کو صرف چند الفاظ سے کائنات کی تمام مسرتوں سے محروم کر دینے کو آیا ہے ــــ کاش میں ایسا کرنے سے قبل ہی مرگیا ہوتا۔

کاش مجھے پہلے ہی موت آجائے۔

نگار۔ [فرخ کے ہاتھوں کو محبت سے پکڑتے ہوئے] کہو۔۔۔ فرخ کہو۔۔۔ آخر آج تم کیسے بن گئے ہو؟ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں سننے کے لئے بیدم ہو رہی ہوں۔

فرخ۔ کہتا ہوں نگار۔۔۔ ضرور کہونگا۔۔۔ کہنے ہی کو آیا ہوں۔ مگر جھجکتا ہوں۔ ہمت نہیں پڑتی۔ آواز حلق میں پھنسی جاتی ہے۔ تم میری آنکھوں پر پٹی باندھ دو تاکہ میری باتیں سُنکر تمہارے چہرہ پر جو اضطراب چمکے میری آنکھیں اس سے آشنا نہ ہوسکیں اور میرا دل تم پر ترس نہ کھاسکے۔

نگار۔ تمہاری آنکھیں باندھ دوں؟ فرخ اسقدر سختی سے کام نہ لو۔ میں نہ برداشت کرسکونگی یہ سب۔

فرخ۔ میں ایک بڑا فرض انجام دینے جا رہا ہوں۔ آج وفا شعاری کا امتحان ہے۔ اگر اس میں پیچھے رہ گیا تو دین و دنیا دونوں خراب ہونگی۔ بس میرے ارادوں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنے دو۔ اور میری باتوں کو غور سے سُنو۔

نگار۔ تمہاری باتیں سننے کو بالکل تیار ہوں فرخ۔۔۔ مگر تم خود دیر کر رہے ہو۔۔۔ مجھے نہ دیکھو۔ اپنی آنکھیں زمین میں گاڑ دو۔ صحن کی طرف۔ پھیر لو۔ بس میں اور کچھ نہیں کہہ سکتی اس کے سوا۔ مگر جلد کہو۔

فرخ۔ نگار۔۔۔ میں جنگ پہ جا رہا ہوں۔۔۔ دشمن ہمارے شہر کے بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ اور خدا معلوم کیا انجام ہوگا۔۔۔ کامیابی مشکل نظر آتی ہے۔ ایک مدت سے جنگ کا منہ نہیں دیکھا۔ فوج کی حالت بھی کوئی ایسی قابلِ اطمینان نہیں۔ اس وقت تمہیں اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ دہشت دل میں ہے کہ اگر شکست ہوئی تو غنیم کے سنگدل اور بے رحم سپاہی معلوم نہیں تم لوگوں سے کس طرح پیش آئیں اور کیا سلوک کریں؟ نگار۔۔۔ نگار۔۔۔ یہ فکر کوئی معمولی فکر نہیں۔ جنگ کا انجام بڑا خوفناک

ہوتا ہے۔ تم میرے دل کے اضطراب کا اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اس وقت وہ کن کشمکشوں میں مبتلا ہے۔

نگار۔ جنگ پر جا رہے ہو فرخ تم — ؟

فرخ۔ ہاں ملک کو دشمن سے بچانے کے لئے۔

نگار۔ اور بادشاہ بھی جا رہا ہے؟

فرخ۔ ہاں!

نگار۔ مجھے کیوں چھوڑے جاتے ہو پھر؟

فرخ۔ تمہیں چھوڑ جانے کی ضرورت ہے نگار — تمہارے ذمہ ایک اور خدمت ہے تمہیں یہیں ٹھیرنا ہے — تمہیں مجبوراً ٹھہرنا پڑیگا۔

نگار۔ میرا دل نہ مانیگا — میں یہاں نہ ٹھہر سکوں گی فرخ۔

فرخ۔ اسی لئے میں کہتا تھا — تم بے چین ہو رہی ہو — اور میں تمہاری اس بیتابی کو دیکھ کر زیادہ بیقرار ہوا جا رہا ہوں۔

نگار۔ نہیں فرخ۔ تم بے چین نہ ہو۔ میں صرف اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تنہائی میں مجھے وحشت ہوگی اور تم میدانِ جنگ میں الگ پریشان رہوگے۔

فرخ۔ وہ کچھ نہ ہوگا — مگر شاید ہو — تاہم تمہیں ایک بہت بڑا فرض ادا کرنا ہے — تم ٹھہر جاؤ نگار۔

نگار۔ کیسا فرض؟

فرخ۔ شہریار کی غیر موجودگی میں رانی اکیلی رہیگی۔ اور اُن کے دل پر کیا کچھ نہ گزرے گی نگار؟ — تم جاؤ رانی کے پاس — رانی کی تسکین کرو۔ اُن کی بیتابی کو باتوں میں رفع کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارا یہ سب سے بڑا فرض ہے — بیوی کا یہ سب سے بڑا فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت میں دم نہ مارے۔ یہ میرا حکم ہے۔ تم جاؤ اور اُن کی تسلی کرو —

وفاشعاری کے خیال نے اب مجھے تم سے بالکل بے پرواکردیا ہے۔ بالکل۔بے اعتنا بنادیا ہے۔میں نے اپنا دل اب سخت کرلیا ہے۔ تمہارے آنسو —— تمہاری بے چینی —— تمہارا اضطراب مجھے کمزور نہیں کرسکتا —— جاؤ تم اور جو میں کہہ رہا ہوں اُسے بجالانے کی کوشش کرو۔ ایک شریف خاتون کی طرح —— نگار۔ ایک شوہر پرست بیوی کی طرح —— بس میں اور کچھ نہیں چاہتا تم سے —— میں اور کچھ نہیں کرسکتا تمہارے لئے —— تم کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

نگار۔ میرے پیارے فرخ —— نگار کو عذر نہیں ہوسکتا۔ ایک شریف لڑکی اپنی ساری راحتوں کو —— اپنی ساری زندگی کو اپنے عزیز شوہر پر قربان کردینے میں ذرا بھی توقف نہ کرے گی —— جاؤ فرخ تم اطمینان سے جنگ میں —— لڑو اور فتحمند واپس آؤ۔ میں اپنے فرض کی تکمیل میں سب آنے والی تکلیفیں۔ ساری مصیبتیں، اور تمام پریشانیاں بھول جاؤں گی —— سب کچھ بھلادوں گی۔ تم جاؤ۔

فرخ۔ تم سے انہیں الفاظ کی اُمید تھی نگار۔

نگار۔ بیوی اور کیا جواب دے سکتی تھی فرخ؟

فرخ۔ تمہاری اس تقریر نے میرے مستقبل کو آسان اور اطمینان بخش بنادیا ہے۔ تمہارا ہر ہر لفظ ایک ایک انمول ہیرے کے برابر ہے۔ دنیا کی لڑکیاں آئیں اور تمہاری اس تقریر سے سبق لیں —— کائنات کی تمام شریف بیویاں دیکھیں اور تمہاری تقلید کریں۔ —— نگار آج تم نے اپنی وفاپرست باتوں سے ثابت کردیا کہ ایک بیوی کے الفاظ مرد کو کسقدر متاثر کرسکتے ہیں اور اس میں کتنی ہمت پیدا کرسکتے ہیں۔

نگار۔ ابھی میں نے کچھ نہیں کیا۔ ابھی میں کسی قابل نہیں ہوں —— کاش خدا مجھے کسی قابل بناتا۔

فرخ۔ ہاں مگر اب تم جاؤ نگار —— رانی کے پاس —— شہریار چلے گئے ہوں گے۔ میں بھی

جا رہا ہوں۔ رانی گھبرا رہی ہونگی ---- جاؤ اور اُنہیں تسلّی دو۔ اپنی بے تابیاں ظاہر نہ ہونے دینا۔ اس سے رانی کے دل پر بُرا اثر ہوگا ---- میری نگار۔ رانی کی حالت ضرور متاثر کریگی۔ تم اپنی آنکھیں بند کر لینا ---- آنسو تمہاری آنکھوں میں نہ آئیں ---- چہرہ پر اضطراب کی جھلک نہ ہو۔ ورنہ رانی اس سے زیادہ مضطرب ہو جائینگی ---- آہیں نہ نکلیں۔ اس سے اُن کے سینہ پر چوٹ لگیگی۔ سُن رہی ہو تم نگار؟

نگار۔ سب سُن رہی ہوں فرخ ---- تم جاؤ۔ سب کچھ کروں گی ---- سب کچھ کرنے کی کوشش کروں گی ---- آنسوؤں کو پی جاؤں گی ---- آہوں کو ضبط کروں گی ---- بیتابیوں کو بھلا دوں گی ---- تم جاؤ اب اطمینان سے دیر مت کرو ---- میں جا رہی ہوں رانی کے پاس۔

فرخ۔ جاؤ نگار ---- یہ ہماری آخری ملاقات ہے ---- یہ ہماری محبت کا آخری سلام ہے۔

[فرخ نگار کی پیشانی اور رخساروں کا بوسہ لیتا ہے۔ اور وہاں سے چلا جاتا ہے۔ نگار اُسے کھڑی دیکھتی رہتی ہے]

پانچواں ایکٹ ---- چوتھا منظر

سین۔ محل کا صحن۔ جس کا فرش قالین کی طرح خوشنما نظر آ رہا ہے۔

[روپ متی ایک ستون سے ٹیک لگائے غمگین کھڑی ہوئی ہے]

روپ متی۔ (خود سے) آہ گردشِ تقدیر! پلک مارتے کیا سے کیا ہو گیا ---- ابھی سکون تھا اب اضطراب ہے، ابھی اطمینان تھا اب بیقراری ہے ---- اُمنگ میری مسرتوں کو زمانہ فتنہ پردازی نے اس طرح چھین لیا۔ جیسے پھول سے خوشبو چھین لی جائے ---- میں ابتک دائمی عشرت کے خواب دیکھ رہی تھی۔ میری کوتاہ بینی نے مجھے تسلی دے

دی تھی کہ یہ راحتیں اب ہمیشہ کے لئے مجھے بخش دی گئی ہیں - میں غافل ہوگئی تھی ——— میں نے سب باتوں پر یقین کر لیا ——— کاش میں نہ یقین کرتی - کاش یہ سب راحتیں مجھے پہلے ہی سے نہ ملتیں - کہ اب اُن کے چلے جانے کا غم تو نہ ہوتا - کاش میری محبت کو مرکزِ سکون نہ نصیب ہوتا - اور میں فراق میں گھل گھل کر ہی جان دیدیتی - لیکن یہ سب کچھ نہ ہوتا ——— یہ سب کچھ مقدر میں تھا پھر کیسے نہ ہوتا - جنگ میں کامیابی اور زندگی کی اُمید، کسقدر موہوم سی اُمید ہے - فتح و شکست انسان کے قبضہ کی بات نہیں - اس کا کرنے والا نظروں سے پنہاں، جس سے بے نیاز ہے - وہ جو چاہے کرے ——— وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ——— میرے دل کو کیسے صبر و قرار ہو؟ یہ کیسے یقین کر لوں کہ فتح میرے ہی سرتاج کی ہوگی - اے اللہ تو ہی کارساز ہے - میرے سرتاج کو، میرے پیارے شوہر کو کامیاب واپس لا -

[نگار داخل ہوتی ہے اور رانی کی حالت سے متاثر ہو جاتی ہے]

نگار - شہریار چلے گئے ملکہ ؟

روپ متی - [نگار کو دیکھکر] ہاں چلے گئے نگار ——— آہ چلے گئے! اور میرا چین اور سکون بھی اپنے ساتھ لیتے گئے ——— بتاؤ کیا کروں میں ؟

نگار - پھر آپ اسقدر مایوس اور غمگین کیوں ہوگئیں ملکہ ؟

روپ متی - یہ غم و افسوس کی بات نہیں ؟

نگار - کیسے کہوں ملکہ ؟ شہریار جنگ پر گئے ہیں - کیا فتح کر کے نہ آئینگے ؟

روپ متی - کیا معلوم نگار ؟

نگار - مگر امید بھی تو کوئی چیز ہے ملکہ ؟

روپ متی - ہاں ہوگی نگار ——— مگر میرے لئے نہیں -

نگار - آپ کے لئے کیوں نہیں ؟ ——— دُنیا اُمید ہی پر قائم ہے ملکہ -

روپ متی۔ مگر میرا دل سینہ کے اندر ہی اندر کچھ اس طرح تڑپ رہا ہے کہ مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ میں کیا بتاؤں تم سے نگار۔ کیوں؟

نگار۔ خدا کی قدرت کا انکار کرنا ہے اس طرح ـــــ اس کی بخششوں سے خود کو محروم کر لینا ہے ملکہ۔

روپ متی۔ مجھے انکار تو نہیں نگار!

نگار۔ اور یہ کیا ہے ملکہ؟

روپ متی۔ وہم ہے ایک۔

نگار۔ نکال ڈالئے ملکہ یہ وہم ـــــ اُمید رکھئے اور دعا کیجئے خدا سے۔

روپ متی۔ دعا تو کر رہی ہوں۔

نگار۔ اور اُمید بھی رکھئے ـــــ خدا نے چاہا تو شہریار غنیم کو پسپا کر کے آئینگے۔

روپ متی۔ ان باتوں سے دل نہیں بہلتا نگار۔

نگار۔ حیرت کی بات ہے۔

روپ متی۔ حیرت اور بہت حیرت کی۔

نگار۔ پھر کیا چاہتی ہیں ملکہ آپ؟

روپ متی۔ دل کا قرار ـــــ سکون ـــــ اطمینان۔

نگار۔ تو پھر مل جائے گا سب ـــــ گیا نہیں ابھی یہ۔

روپ متی۔ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سب کچھ چلا گیا۔

نگار۔ کیا شہریار نہ جاتے؟

روپ متی۔ میں کب کہتی ہوں نگار؟

نگار۔ پھر غم فضول ہے ملکہ۔

روپ متی۔ مجھے معلوم ہے۔

نگار۔ رعایا کی حفاظت بادشاہ کا سب سے بڑا فرض ہے۔
روپ متی۔ یہ بھی جانتی ہوں۔
نگار۔ پھر متفکر کیوں ہیں آپ؟ گھڑی گھڑی انہیں یا تو نکے خیال سے طبیعت پریشان ہوجاتی ہے۔
روپ متی۔ اور کیا کروں؟
نگار۔ ستار سے دل بہلائیے ـــــ باغ میں چلکر تفریح کیجئے۔
روپ متی۔ اس سے کچھ نہ ہوگا نگار۔
نگار۔ آپ کو کیسے یقین ہوگیا؟
روپ متی۔ اپنی پریشانیوں کا اندازہ کرکے۔
نگار۔ میرا کہنا مان لیجئے ملکہ ـــــ چوپسی کھیلینگی آپ؟
روپ متی۔ طبیعت نہ لگیگی۔
نگار۔ یہ زبردستی ہے ملکہ آپ کی ـــــ آپ خود اپنی پریشانیاں رفع کرنا نہیں چاہتیں
روپ متی۔ یہ تم نے کیسے جانا؟
نگار۔ آپ کی باتوں سے ملکہ
روپ متی۔ نہیں نگار۔
نگار۔ آپ نے کسی جنگ میں حصہ لیا ہے؟
روپ متی۔ ابھی تک تو نہیں!
نگار۔ دل چاہتا ہے؟
روپ متی۔ بہت نگار۔
نگار۔ پھر آپ کیا جانیں جنگ میں کیا ہوتا ہے ـــــ اور ہم کیوں اس کا خوف اپنے دل میں پیدا کرلیں۔

روپ متی ۔ مگر جنگ خوفناک چیز ضرور ہے!

نگار ۔ تباہ کن بھی ملکہ!

[کسی کے قدموں کی آواز آتی ہے]

روپ متی ۔ (کسیقدر مسرت کے لہجہ میں) کوئی آرہا ہے نگار ۔

نگار ۔ شہریار کے سوا اور کون ہوگا ۔

روپ متی ۔ جاکر دیکھ ذرا ۔

نگار ۔ آپ چلی جائیے یہاں سے —— میں پھر بتاؤں گی آکر ۔ شاید کوئی اور ہو ۔

[روپ متی وہاں سے چلی جاتی ہے ۔ آدم خاں فوجی لباس میں داخل ہوتا ہے ۔ نگار آدم خاں کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہے]

آدم خاں ۔ (سخت لہجہ میں) کون ہے تو؟

نگار ۔ محل کی ایک کنیز —— آپ کون ہیں؟

آدم خاں ۔ ایک کنیز اور ایسا دلیرانہ سوال —— مجھ سے' اکبر کے ایک فوجی سردار سے؟

نگار ۔ (خوف سے چلاکر) اکبر کا سردار —— او اللہ —— شہریار —— فرخ —— شکست؟

آدم خاں (حقارت سے) شہریار —— شہریار کے لئے اب نوحہ پڑھ ۔ اور ان سب کے لئے جن کی تو پرستار ہے —— شہریار موت کی نیند لے رہا ہے ۔ بتا رانی کہاں ہیں؟

نگار ۔ رانی —— ؟ کون رانی؟

آدم خاں ۔ باز بہادر کی بیگمات —— رانیاں؟

نگار ۔ کیا کام ہے اُن سے؟

آدم خاں ۔ تجھے میں یہ کام بتاؤنگا —— تو ایک کنیز سے زیادہ بڑھ کر باتیں نہ بنا —— پتہ بتا اور اپنا منہ یہاں سے کالا کر ۔

نگار ۔ اندر ہیں رانی!

آدم خاں۔ بس اب تو یہاں سے فوراً نکل جا۔ تیری یہاں کوئی ضرورت نہیں ۔
نگار۔ میں نہ جاؤں گی ۔
آدم خاں۔ نہ جائیگی ــــ نادان کنیز ــ تو سمجھتی ہے کہ مجھے رانی تک پہنچنے سے روک لیگی۔ تو اور تیرے تمام فرشتے مجھے نہیں منع کر سکتے۔ مجھے نہیں روک سکتے۔ جا اور سیدھی طرح چلی جا۔ اگر اپنی عزت کا تجھے پاس ہے۔ اگر اپنی رانی کی ذلت گوارا نہیں تو یہاں سے نکل جا اس وقت ۔
نگار۔ یہ سب میں کبھی نہیں برداشت کر سکتی ۔
آدم خاں۔ تو یہاں سے فوراً چلی جا ۔
نگار۔ میں نہیں جا سکتی ۔
آدم خاں۔ [غصہ سے] اچھا نہ جا ـــ

[آدم خاں نگار کو زور سے دھکیل دیتا ہے۔ وہ گر کر بیہوش ہو جاتی ہے
آدم خاں اندر داخل ہونا چاہتا ہے کہ رانی گھبرائی ہوئی آتی ہے]

روپ متی۔ [آدم خاں کو دیکھ کر خوف سے) آپ ؟ آپ ؟ کون ہیں ؟ یہاں کیوں آئے ؟
آدم خاں۔ [تبسّم سے] رانی گھبراؤ نہیں ــ میں تمہیں کسی قسم کی تکلیف دینے نہیں آیا۔
روپ متی۔ [بہت متوحش انداز سے] کون ہیں آپ ؟ میرا پیارا شوہر باز بہادر کہاں ہے ؟
آدم خاں۔ رانی باز بہادر جنگ میں شکست کھا کر بھاگ گیا ۔
روپ متی۔ (اضطراب سے چلاّ کر) بھاگ گیا ــ [سر جھکا لیتی ہے۔ پھر سر اُٹھا کر] جھوٹ ہے ــ غلط ہے ــ
آدم خاں۔ سب سچ ہے رانی ۔ اور کل تم میرے حرم میں داخل کی جاؤ گی ۔
روپ متی۔ آپ کے حرم میں !ــ آپ ہیں کون ؟ یہ زبردستی کیسی ! یہ ظلم ہے !
آدم خاں۔ (اپنے خاص پُر رعب انداز سے) شہنشاہ اکبر کی فوج کا ایک سردار ہوں

فاتح ہوں ـــــ تمہیں میرا حکم ماننا پڑیگا۔

روپ متی ۔ میں نہیں مان سکتی ۔

آدم خاں ۔ نہیں ـــــ ؟ رانی تمہاری نہیں سے کچھ نہیں ہوسکتا ۔ یہ مضبوط ہاتھ (ہاتھ روپ متی کی طرف اُٹھاکر) تم سے زبردستی منوالیں گے ـــــ میں سردار ہوں ۔ فاتح ہوں ! تمہیں سب کچھ ماننا پڑیگا ۔

[روپ متی سر جھکائے ہوئے خاموش کھڑی ہے اور آنسو نکل رہے ہیں]

آدم خاں ۔ رو رہی ہو رانی تم ؟ ـــــ کیوں ؟ ـــــ ڈرا رہی ہو اپنے ان آنسوؤں سے مجھے ـــــ ایک جنگی انسان کو تم نہیں ڈرا سکتیں ۔ اُسے ان تمام باتوں سے ـــــ جو خون کے دریا دیکھتا ہے اور نہیں ڈرتا ۔ جو زخمیوں کی چیخ و پکار سنتا ہے اور رحم نہیں کرتا ـــــ وہ ـــــ رانی وہ ان بے حقیقت آنسوؤں پر کیا ترس کھا سکتا ہے ؟ یہ آنسو مجھے اپنے ارادے سے نہیں روک سکتے ۔ یہ میرا حکم ہے کہ کل تم میرے حرم میں داخل کی جاؤگی ـــــ اور اب میں تمہاری آہ و زاری اور فریادوں سے خود کو پریشان نہیں کرنا چاہتا ـــــ تم رو ـــــ تم فریاد کرو ـــــ شاید خدا اُسن لے ۔ مگر میں نہیں سُن سکتا ۔

[آدم خاں وہاں سے نکل کر چلا جاتا ہے]

روپ متی ۔ [زمین پر گر کر آنسو بہاتے ہوئے] پیارے شوہر آہ کیوں مجھ سے روٹھ کر چلے گئے ؟ میں نے تو کوئی خطا نہ کی تھی ـــــ میں تو تمہاری یاد میں تڑپ رہی تھی ـــــ تم نے میری بے چینیوں کا خیال نکیا ۔ تم نے میری بیکسی پر رحم نہ کھایا ۔ مجھے تنہا طوفان سے مقابلہ کرنے کے لئے ـــــ سیلاب میں بہہ جانے کے لئے ـــــ انگاروں پر جل بھن جانے کے لئے چھوڑ گئے ـــــ مجھے تم نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ـــــ دنیا کی یہ کج رفتاریاں میری طاقت برداشت سے بہت زیادہ وزنی ہیں ۔ میری ہمت سے بہت زیادہ قوی ہیں ۔ میں سب کیسے سہوں ؟ میرے سرتاج میں تمہاری عزیز ترین بیوی

ہوں۔ پھر تم مجھے اس وحشتناک حالت میں چھوڑ کر کہاں سدھار رہے ؟ منل سردار کی سخت باتیں سننے سے تو میرا مرتبہ بہت برتر تھا۔ آہ شوہر میرے پیارے باز بہادر آکر دیکھو کہ جسے تمہارے سامنے کسی نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا وہ آج سخت ترین الفاظ سُن رہی ہے اور مجبور ہے۔ پر شکستہ پرندہ کی طرح وہ پھڑ پھڑا رہی ہے۔ اور اس قفس سے نکل جانے کے لئے کوئی دروازہ نہیں ملتا —— کوئی تیلی نہیں ٹوٹتی —— میرے سرتاج اب میں تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں تمہاری ہوچکی ہوں ہمیشہ کے لئے تمہاری ہوں۔ یہ ذلت مجھے گوارا نہیں ہوسکتی کہ اب میں کسی اور کی ملکہ کہلاؤں —— میرے سرتاج اگر تم زندہ ہو تو میں کبھی اس لعنت کو نہیں برداشت کرسکتی۔ اگر تم اس دنیا سے کنارہ کر چکے ہو تو میں بھی تمہارے پاس آتی ہوں۔

[روپ متی روتے روتے بیہوش ہوجاتی ہے]

پانچواں ایکٹ —— پانچواں منظر

سین ۔ نگار کا مکان جس کے سامنے ایک چھوٹا سا فرحت انگیں اور خوبصورت باغیچہ ہے۔ پھولوں کے ایک تختے کے قریب نگار، عالم خود فراموشی میں گھاس پر پڑی ہوئی ہے۔ اور اُس کی آنکھوں سے شبنمی آنسو آہستہ آہستہ بہ رہے ہیں۔

[ناظم نگار کی تلاش میں آتا ہے]

ناظم ۔ (نفرت اور قہر کے انداز سے) کہاں گیا میرا شکار ؟ —— (نگار کو دیکھ کر) ہاں یہی ہے۔ کیا اب یہ مجھ سے بچکر کہیں جاسکتا ہے ؟ —— نہیں ہرگز نہیں !

[ناظم نگار کے قریب پہنچ جاتا ہے]

نگار ۔ (آہٹ پاکر اُٹھتے ہوئے) کون ہے —— وہی خونی —— ظالم —— دغابازــــ

نمک حرام ــــ ناظم۔ او انسانی جامہ میں شیطانی صفات رکھنے والے، تو ہی یہ تمام مصائب ہم پر لایا ــــ تو نے ہی ہماری بربادی کا سامان کیا ــــ تو جب غائب ہوا تھا تو اسی وقت میرا ماتھا ٹھنکا تھا اور میرا دل دھڑکنے لگا تھا۔ آہ وہ دھڑکن بے معنی نہ تھی۔ (رونے لگتی ہے)

ناظم۔ (نہایت غصّہ سے) بس خاموش رہ ــــ ناپاک خصلت کنیز، تیری زبان درازی اب تجھے موت ہی کے گھاٹ اتارنے والی ہے۔ تو اپنے آپ کو شہزادی سمجھ رہی تھی ــــ تو نے مجھے فرخ، اس کمینے پاجی انسان کے سامنے ذلیل کیا تھا ــــ آج اسی کا انتقام تجھ سے لیا جائے گا ــــ ہوش میں آجا۔

نگار۔ او بدزبان تیری فطرت کمینوں سے بھی بدتر ہے۔ مرد ہو کر نامردوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ کہتے شرم نہیں آتی ــــ فرخ تجھ جیسے کم ظرف اور بدباطن انسانوں سے ہزار درجے شریف مزاج اور نیک سیرت تھا۔ تو بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنا ــــ ملک سے نمک حرامی کر کے مغرور نہ بن۔ تو انجام کو بھول گیا ہے۔ حرصِ زر اور ہوسِ عیش نے تجھے اس ذلیل سے ذلیل کام کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ مگر ناظم ــــ ناظم تو یہ نہ سمجھ کہ تیری اس ذلیل حرکت سے فرخ کی شان میں کوئی دھبّہ لگ سکتا ہے۔ تو یہ نہ خیال کر کہ بادشاہ سے غدّاری کر کے عمر بھر عیش و آرام سے بسر کریگا ــــ تیری دست درازیاں میری عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکتیں ــــ ناظم ــــ ناظم تو کیا سمجھ کر آیا ہے۔ تو نے کیوں یہ ذلت گوارا کی؟

ناظم۔ (دانت پیستے ہوئے) میرے قبضے میں ہے تو اس وقت اور مجھ ہی سے ایسی باتیں کر رہی ہے۔ لومڑی شیر کو طعنے دے رہی ہے ــــ نگار ــــ نگار ــــ یہ انگلیاں اور یہ پنجے ــــ (نگار کی طرف ہاتھ اٹھا کر) تیری چڑیا جیسی جان کو مسل کر پھینک دیں گے ــــ تو اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ اپنے برتاؤ کو اچھی طرح سمجھ لے

نگار - شرم - او حرص و ہوس کے شیطان شرم ـــــ تجھے اپنی طاقت ایک عورت سے جتلاتے شرم نہیں آتی ؟ تجھے شیخی مارنے سے انسانیت کی تذلیل محسوس نہیں ہوتی ـــــ ؟ اندھے ناظم ایک عورت سے انتقام لینے آیا ہے ـــــ ڈوب مر ـــــ ایسی زندگی پر لعنت ایسے مرد ہونے پر ہزار بار پھٹکار۔

ناظم - جاہل چھوکری۔ تو ناظم کے سامنے ہے !

نگار - بادشاہ کے سامنے نہیں ہوں ناظم !

ناظم - بادشاہ کے سامنے ـــــ تیری جان اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔

نگار - نادان تو اپنی ہستی کو بھولا جا رہا ہے۔ دیکھ او شیطنت کے پتلے، دنیا کی تمنا انسان کو خدا سے کسقدر برگشتہ اور سرکش کر دیتی ہے ـــــ تو خدا کی مصلحتوں اور طاقتوں سے سر ٹکرانا چاہتا ہے۔ دیکھ اور آنکھیں کھول اُٹھ اور توبہ کر۔

ناظم - یہ تیرا وعظ کچھ کام نہ آئے گا ـــــ یہ جاکر اُس سے کہہ نگار جو کچھ جانتا نہ ہو ـــــ یہ تیری چالبازیاں فرخ جیسے جاہل انسان کے لئے چراغ ہدایت بن سکتی ہیں ـــــ مجھ پر ان باتوں کا جادو کارگر نہیں ہو سکتا ـــــ میں تجھ جیسی چھوکریوں کو بہت دیکھ چکا ہوں اور آج تجھے بھی دیکھ لونگا۔

نگار - مجھے دیکھیگا ؟ ـــــ ناظم ! او انجام سے غافل انسان مجھے دیکھنے سے پہلے اپنے آپکو دیکھ ـــــ میری چالبازیوں کو آزمانے سے قبل اپنی فتنہ پردازیوں کی آزمائش کر۔ میری شناخت کا امتحان لینے سے پہلے اپنی ذلت کا مشاہدہ کر اور میرے وعظ کو سمجھنے سے پہلے اپنی شیطنت پر غور کر۔

ناظم - غور کر چکا ہوں ۔ سب کچھ دیکھ چکا ہوں۔

نگار - کچھ نہیں دیکھا تو نے ۔ ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے ۔

ناظم - بس منہ بند کر ـــــ نگار ـــــ نگار تجھ سے کہہ رہا ہوں۔ اس وقت کوئی طاقت تجھے میرے

آہنی بازوؤں سے نہیں چھڑا سکتی -

نگار - چھڑا سکتی ہے ناظم ـــــ بیشک چھڑا سکتی ہے - جو تجھے عدم سے وجود میں لائی. جس نے تجھے یہ نخوت اور یہ مرتبہ عطا کیا وہی طاقت ایک لمحہ میں تیری دُنیا اُلٹ سکتی ہے - تیری شیخیاں تیرے ہی مُنہ پر مار سکتی ہے - تو کس گھمنڈ میں ہے ـــــ ناظم انسان ہے تو - یہ تمکنت بیجا ہے ـــــ خدائی کا دعویٰ فرعون نے بھی کیا تھا - تو بھی اُسی کی تقلید کر رہا ہے - مگر سنبھل تو انسان ہے ـــــ تو مسلمان ہے ـــــ انسانیت اور اسلام کے خلاف کرنا چاہتا ہے -

ناظم - تیری نصیحتیں اور باتیں سننے کی اب مجھے تاب نہیں ـــــ فرعون سمجھ لے ـــــ ہامان سمجھ لے ـــــ مگر اس وقت تجھے میرے احکام کی تعمیل کے لئے تیار ہو جانا چاہئے ـــــ میں حکم دے رہا ہوں تجھے اپنا سر میرے احکام کے آگے جھکانا پڑیگا -

نگار - [نہایت برہم ہوکر] تیرے آگے ؟ تیرے احکام خدا کے احکام نہیں - تو فرعون ہے ـــــ خدا نہیں ـــــ میرا سر تیرے آگے نہ جھکا ہے نہ جُھکیگا ـــــ او انسانیت کے باغی ـــــ بادشاہ کے باغی ـــــ خدا سے بغاوت کرنے کا انجام اچھا نہیں ہوتا -

ناظم - مجھے انجام کی پروا نہیں - انجام کی پروا تجھ جیسی باتونی احمق اور مغرور لڑکیوں کو ہونی چاہئے ـــــ میرا دماغ، میرا مرتبہ اور میری قوت انجام بد سے بہت بلند ہے ـــــ مگر اب تیری باتوں کا خاتمہ ہونے والا ہے ـــــ تیری زندگی کے چند لمحے اور ہیں - ان کو کسی اچھے خیال میں گزار دے -

نگار - میری باتیں ـــــ میری باتیں مرنے سے پہلے ختم نہیں ہو سکتیں ناظم - تیری طاقت ان کا خاتمہ کرنے سے پہلے ہی لقمۂ اجل نہ بن جائے ـــــ دیکھ نیچے خدا کی زمین ہے

اوپر خدا کا آسمان ہے۔ سنبھل کہیں زمین تجھے نگل نہ جائے۔ توبہ کر کہیں آسمان تجھ پر نہ پھٹ پڑے۔

ناظم۔ اگر یہ ڈر ہوتا۔ تو آج اس وقت میں یہاں نہ ہوتا۔ نگار مجھے ملک الموت سمجھ اور میرے الفاظ کو موت کا پیغام ——— میں اس وقت مجسّم انتقام بن کر آیا ہوں۔

نگار۔ انتقام ——— انتقام کا نام لے کر مجھے خوفزدہ کرنا چاہتا ہے۔ شیرنی کو طمنچہ دکھا کر دھمکاتا ہے۔

ناظم۔ موت سے نہیں ڈرتی تو؟

نگار۔ تو ڈر ظالم جس پر جنون سوار ہے ——— تو ڈر جس کے سر پر انتقام کا بھوت چڑھا ہے ——— تجھے ڈرنا چاہئے۔

ناظم۔ مگر میں موت سے زیادہ خوفناک ہوں۔

نگار۔ تو چیونٹی سے زیادہ کمزور اور مجبور ہے۔

ناظم۔ یہ تیری باتیں ہیں۔

نگار۔ باتیں سہی مگر حقیقت رکھتی ہیں۔

ناظم۔ تجھے میری خواہش کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑیگا ——— انکار کا انجام موت سے زیادہ خونی ہوگا۔

نگار۔ ہوس کے کتے۔ کسی بیسوا سے جا کر اپنی خواہشوں کی تکمیل کا اظہار کر۔ کسی بازاری عورت سے جا کر اپنی استدعا کر۔ ایک شریف لڑکی تیری ان ذلیل باتوں کو رتی کے برابر بھی نہیں سمجھتی۔

ناظم۔ شیر ہوں نگار۔

نگار۔ محض نام کا۔

ناظم۔ تجھے زندہ دفن کر دونگا۔

نگار۔ [نہایت بے پروائی سے] صرف باتوں سے۔

ناظم۔ اچھا تو اپنی ان طوطے کی سی باتوں کا مزہ بھی چکھ۔

[ناظم نگار کی طرف بڑھتا ہے۔ نگار پیچھے ہٹ جاتی ہے]

نگار۔ (کسیقدر خوفزدہ ہوکر) ٹھہر — ناظم — اب قدم آگے نہ بڑھے!

ناظم۔ کیوں؟

نگار۔ مجھے چھونے سے کہیں تیرے جسم میں آگ نہ لگ جائے۔

ناظم۔ یہ گالیاں مجھے نہیں روک سکتیں۔

نگار۔ شیرنی سے مذاق اچھا نہیں۔

ناظم۔ نہ ہو۔ میں ڈرنے والا نہیں۔

نگار۔ اب بھی سوچ لے۔

ناظم۔ بس میں یہی دیکھنا چاہتا ہوں کہ میرے بازوؤں کی گرفت سے تو اپنی ہستی کو کیونکر محفوظ رکھ سکتی ہے۔

[ناظم جھپٹ کر نگار کو پکڑ لیتا ہے۔ نگار خود کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کشمکش میں نگار ناظم کی کمر سے اُسکا چھوٹا خنجر نکال لیتی ہے اور ناظم کے شکم میں پیوست کردیتی ہے۔

ناظم گر پڑتا ہے اور نگار بھاگنا چاہتی ہے۔

ناظم طپنچہ نکالکر فیر کردیتا ہے۔ گولی نگار کے قلب کے پار ہوجاتی ہے۔

نگار زخمی ہوکر گرتی ہے اور اُس کی روح ملائے اعلیٰ کی طرف صعود کرتی ہے۔

آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے]

پانچواں ایکٹ — چھٹا منظر

سین - محل کا ایک آراستہ کمرہ۔

روپ متی بیٹھی ہوئی لکھ رہی ہے۔ اس کی غزالی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے رخساروں پر گر رہے ہیں۔ (تھوڑی دیر کے بعد)

روپ متی لکھنا بند کر دیتی ہے۔ خط اُٹھا کر پڑھتی اور اُسے سینے سے لگا لیتی ہے

روپ متی - [ازخود] زندگی کی ساری راحتیں، فرقت کی تلخیاں بن گئی ہیں۔ ایسے جینے سے کیا حاصل؟ میرے سرتاج اس تنہائی کی قید میں کیا مزہ؟ —— میں دنیاوی جاہ و حشم، عیش اور طرب سے بیزار ہو گئی ہوں اور میری روح تم سے ملنے کے لئے بیقرار ہے۔

—— میرے پیارے باز بہادر میں اب تمہارے پاس آ رہی ہوں —— ضرور آؤنگی —— غمگین و بیقرار نہیں —— مغموم اور اشکبار نہیں —— مضطرب اور پریشان نہیں —— بلکہ مسرور و متبسم —— پہلی رات کی دُلہن بنکر —— تاکہ تمہاری روح مجھ سے ملکر مضطرب نہ ہو۔

[روپ متی خط اُٹھا کر رکھ دیتی ہے اور تالی بجاتی ہے۔ کنیز آتی ہے]

روپ متی - دیکھو نازکبدن میرے تمام قیمتی لباس نکالو۔ میرے تمام زیورات اور جواہرات صاف کرو۔ تم اور ساری کنیزیں مل کر مجھے آج دُلہن بناؤ۔ تاکہ میں آج اپنے پیارے شوہر کی نظروں میں بیحد حسین اور مسرور نظر آؤں۔

نازکبدن - (تعجب سے) آپ بہت مسرور ہیں ملکہ؟

روپ متی - نازکبدن —— مسرور ہوں —— کیوں نہ ہوں —— آج میں اپنے شوہر سے ملونگی —— کیا یہ خوشی کچھ کم ہے؟

نازکبدن - شوہر سے ملکہ ؟

روپ متی - ہاں پھر تجھے تعجّب کیوں ہے ؟ کیا بیوی اپنے شوہر کو دیکھ کر مسرور نہیں ہوتی ؟ —— اُس سے ملکر شاد اور مطمئن نہیں ہوتی -

نازکبدن - کیوں نہیں ملکہ ؟ مگر ہمارے شہریار کا کچھ غم نہیں آپ کو ؟

روپ متی - موت کا غم —— شہریار کی ؟

نازکبدن - ہاں ملکہ شہریار کا —— بادشاہ کا -

روپ متی - ہے - اور یہ کیسے ممکن ہے کہ نہ ہو -

نازکبدن - مگر ابھی ملکہ آپ نے فرمایا میں مسرور ہوں - پھر یہ غم اور خوشی ایک ساتھ ہونا کیا معنی ؟

روپ متی - تو ابھی لڑکی ہے نازکبدن —— بالکل کم سن لڑکی —— ایک ناتجربکار معصوم عورت —— تجھے کیا معلوم بیوی اور شوہر کے راز اور تو انہیں جانکر کیا کریگی ؟ بس تو اس قصّے کو یہیں تک رہنے دے - اور میں نے جو تجھ سے کہا ہے کر سنتی ہے نازکبدن ؟

نازکبدن - سب سُن لیا ملکہ میں نے —— میں جاتی ہوں - (انداز معصومیت سے) لیکن وہ راز بتا دیجئے ملکہ ؟

روپ متی - بچّوں کی سی باتیں نہ کر نازکبدن —— جا اور جلد سب کچھ تیار کر —— میں غسل بھی کروں گی آج -

نازکبدن - یہ سب خوشی کی تیّاریاں ہیں ملکہ ؟

روپ متی - ہاں خوشی کی —— دلہن بننے کی !

نازکبدن - ملکہ پھر غم کہاں گیا وہ ؟ ہم سب تو شہریار کے لئے بیحد مضطرب ہیں -

روپ متی - غم دل میں ہوتا ہے - جگر میں ہوتا ہے - سینے میں ہوتا ہے - صرف چلّانے

اور شور کرنے، نوحے پڑھنے اور ماتم کرنے، رونے اور سر پیٹنے سے رنج و غم کا اظہار نہیں ہوتا۔ شور و غل محض دنیا کو دکھانے کے لئے ہوتا ہے ــــ پھر اس غم سے کیا فائدہ؟

نازکبدن۔ کچھ نہیں ملکہ ــــ اور ایسا کرنا بھی نہ چاہئے۔

روپ متی۔ تو میں کیا کر رہی ہوں؟

نازکبدن۔ بالکل مناسب۔ مگر ملکہ یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ جب انسان کے قلب کے اندر صدمہ ہوتا ہے تو وہ ظاہرہ مسرت کو بھی پسند نہیں کرتا۔

روپ متی۔ تو پھر وہی پوچھ رہی ہے نازکبدن۔

نازکبدن۔ بتانے میں کیا حرج ہے ملکہ؟

روپ متی۔ ضرور ہے نازکبدن ــــ یہ ایک ایسا راز ہے جو صرف میری ہی زندگی سے وابستہ رہیگا۔

نازکبدن۔ میں کسی سے نہ کہونگی ملکہ!

روپ متی۔ مگر میں تو تجھ سے کہدوں گی۔

نازکبدن۔ اس سے کیا ہوگا؟

روپ متی۔ راز، راز نہ رہجائیگا۔

نازکبدن۔ کیوں ملکہ؟

روپ متی۔ راز کسی سے کہدیا جائے تو وہ راز نہیں رہتا۔

نازکبدن۔ تو پھر آپ نہ بتائینگی؟

روپ متی۔ کبھی نہیں ــــ زندگی بھر نہیں۔

نازکبدن۔ نہ بتائیے۔ مگر آج دلہن بننا سخت حیرت کی بات ہے!

روپ متی۔ حیرت نہ کر نازکبدن ــــ تجھے سب کچھ بعد میں معلوم ہو جائے گا۔ تو سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگی۔ بس جا اور جو میں نے کہا ہے کر۔

نازک بدن - جاتی ہوں ــــ مگر ملکہ آپ ہی اُن کو حکم دیجئے ــــ ورنہ وہ میری بات پر یقین نہ کرینگی ــــ مجھے جھوٹا سمجھینگی ــــ میرا مذاق اُڑائینگی -

روپ متی - اچھا جا - بلالا - میں خود کہدوں گی اُن سے -

[نازک بدن جاتی ہے - تھوڑی دیر کے بعد چند کنیزیں آتی ہیں]

روپ متی - دیکھو میں آج غسل کرونگی - میرے تمام زرّیں لباس اور زیورات نکالے جائیں - میں آج دُلہن بنونگی -

کنیزیں - (حیرت سے) دُلہن بنینگی آپ ؟

روپ متی - تم نہیں جانتیں ــــ تمہیں جاننے کی ضرورت نہیں - میں دُلہن بنوں گی ــــ میری خوابگاہ بھی آراستہ کی جائے - تمام کمرہ عطر و عنبر کی خوشبوؤں سے بسایا جائے - کمخواب و زربفت کے سب سے قیمتی بچھونے بچھائے جائیں ــــ بس جاؤ اور سب کچھ جلد تیار کرو - مجھے غسل بھی کرنا ہے -

یاسمن - کیا کرنا چاہتی ہیں ملکہ آپ ؟

روپ متی - کیا چاہتی ہوں - دُلہن بننا چاہتی ہوں - تم لوگ مذاق سمجھتی ہو ؟

یاسمن - نہیں ملکہ ــــ کس کی طاقت ہے اتنی !

روپ متی - پھر تم جاتی کیوں نہیں ؟

یاسمن - شہریار ملکہ ــــ بادشاہ -

روپ متی - کیا ہُوا شہریار کو ؟

کنیزیں - ہم سب اپنے شہریار کے لئے مغموم اور بیقرار ہیں -

روپ متی - (متانت سے) صبر کرو ــــ میں بھی صبر کرتی ہوں -

یاسمن - مگر پھر دُلہن بننے کی کیا وجہ ہے ملکہ ؟

روپ متی - (نگاہ عتاب سے) تم کو اس سے کیا واسطہ ؟ جاؤ تم لوگ اور اپنی خدمتیں

انجام دو۔

[کنیزیں رخصت ہو جاتی ہیں]

[آہ سرد بھرتے ہوئے] میرے سرتاج میں اب آتی ہوں۔

[روپ متی وہاں سے نکل کر چلی جاتی ہے]

پانچواں ایکٹ ــــ ساتواں منظر

سین - روپ متی کی خوابگاہ۔

سامنے ایک بڑا دروازہ جس پر ایک سرخ ریشمی پردہ پڑا ہوا ہے۔ نازک بدن دروازہ کے آگے کچھ فاصلے پر ایک ستون کے پاس کھڑی ہوئی ہے۔

پردہ کے اندر روپ متی بیجان مسہری پر پڑی ہے۔ ہر طرف سکوت اور خاموشی چھائی ہوئی ہے۔

نازک بدن - [خود سے آہستہ] ملکہ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیسی دیوانی بن گئی ہیں؟ شہریار کی جدائی کا انہیں ذرا بھی صدمہ نہیں ــــ نئے دولھا سے ملنے کی خوشی ہے ــــ آہ دنیا۔ دنیا کسقدر خود غرض کیسی خود پرست اور کتنی خود پسند ہے۔ ابھی ایک کا غم دل سے نہیں مٹا کر ملکہ نے خود کو دوسرے کے لئے وقف کر دیا ــــ مگر ہاں وہ کہہ رہی تھیں کہ اُن کو شہریار کا غم ضرور ہے۔ پھر اس کا کیا مطلب؟ کچھ مطلب ضرور ہے۔ ملکہ کی اس مسرت میں ضرور کوئی راز ہے ــــ وہ راز کیسے معلوم ہو؟ پھر پوچھوں ملکہ سے؟ ــــ مگر وہ نہ بتائینگی ــــ پھر کیا کروں۔ [وہ چپ ہو کر سوچنے لگتی ہے]

آواز - [دردآگیں لہجے میں] اواللہ ہم تباہ ہو گئے۔ آہ زمانہ تو نے کیا سے کیا کر دیا؟

نازک بدن - [چونک کر گھبراتے ہوئے] کون ہے یہ کس کی آواز ہے؟

[سامنے سے یاسمن کو آتا دیکھ کر] یاسمن؟ یاسمن؟

یاسمن۔ [عالمِ بیخودی میں] ہم مٹ گئے۔ نازکبدن ہم لُٹ گئے۔ ہماری راحتیں فنا ہوگئیں۔ — ہائے کس سے کہوں۔

نازکبدن۔ [زیادہ متوحش انداز سے] کیوں — کیوں — یاسمن۔ اسقدر غمگین کیوں ہو — ؟ یہ سب کیوں کہہ رہی ہو — تمہاری ایسی باتوں سے میرا دل پھٹا جاتا ہے — خدا کے لئے اس نالہ و فغاں کا سبب تو بتاؤ — تمہیں ہو کیا گیا — [آنسو نکلتے دیکھ کر] یہ تم رو کیوں رہی ہو — ہم کیوں مٹ گئے — تم ہوش میں نہیں ہو۔

یاسمن۔ آنسو بھری آنکھیں اُٹھا کر پھر جُھکا لیتی ہے۔

نازکبدن۔ پھر بتاتی کیوں نہیں — جلد کہو یاسمن۔

یاسمن۔ ہائے کیا بتاؤں نازو؟ — تم دیکھ رہی ہو خود ہی۔ ہم مٹ گئے — ہماری راحتیں چھن گئیں — ہمارا سکون اور اطمینان ناپید ہوگیا — ہائے میں کیوں آہ و فغاں نہ کروں نازو — نازو — ہم تباہ ہوگئے۔

[وہ بدستور رونے میں مصروف ہے]

نازکبدن۔ [ہمدردانہ لہجہ میں] غمزدہ نہ ہو یاسمن — تم اپنے ساتھ مجھے بھی تڑپا رہی ہو — میں تمہاری حالت دیکھ کر تاب نہیں لاسکتی یاسمن۔

یاسمن۔ نازو — نازو — میری — ہمارے آقا چلے گئے۔ دشمنوں کا محل پر قبضہ ہوگیا ہے — ہماری ملکہ — ہماری رانی رہائے وہ بھی ہم سے کنارہ کرچکیں — اب باقی کیا رہ گیا؟ نازو دشمن کا سلوک کیسا ہو گا معلوم نہیں — ہائے ہم تو کہیں کے نہ رہے۔

نازکبدن۔ [غمگین لہجہ میں اُداس ہوتے ہوئے] یاسمن ہماری رانی نے کنارہ نہیں کیا

—— وہ تو ابھی ہمارے ساتھ ہیں —— وہ ہمیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتیں ——
پھر تم اتنی مایوس کیوں ہوئی جارہی ہو۔ ہاں شہریار کا غم ضرور ناقابلِ برداشت ہے۔

یاسمن۔ [اُسی بیتابانہ انداز سے] نازو پیاری —— تم نہیں سمجھتیں نازو۔ تم ابھی لڑکی ہو —— تم کیا سمجھو ان باتوں کو۔

نازکبدن۔ نہیں میں سمجھ سکتی ہوں۔ تم بتاؤ یاسمن مجھے —— میرا دل دھڑک رہا ہے۔ —— کیا ہونے والا ہے —— میری سمجھ میں نہیں آتا —— مگر سمجھنے کی کوشش کروں گی —— یاسمن تم سمجھتی ہو —— بتاؤ خدا کے لئے —— پیمبر کے لئے مجھ سے بھی کہہ دو —— کیا ہوگا ہمارا انجام؟

یاسمن۔ ہمارا انجام خدا کو معلوم ہے —— مگر آہ ہماری زندگیاں بے روح ضرور ہوگئیں

نازکبدن۔ میری عقل میں اب تک کچھ نہیں آیا یاسمن۔

یاسمن۔ تم نہ سمجھو نازو۔ تم نہ سمجھو۔ مگر ہمارا تو دل بیٹھا جاتا ہے۔ مُنہ سے آواز نہیں نکلتی —— ہماری ملکہ پیاری ملکہ (زور سے رونے لگتی ہے)

نازکبدن۔ تم روئے جارہی ہو —— یاسمن، کہو میری یاسمن، کیا ہُوا ملکہ کو؟

یاسمن۔ اب ہم ملکہ سے نہ مل سکیں گے۔

نازکبدن۔ کیوں —— وہ تو ابھی اسی محل کے اندر ہیں —— پھر ملنے کو کیا ہُوا؟

یاسمن۔ وہ یہاں نہیں ہیں نازو۔

نازکبدن۔ (گھبرا کر) پھر کہاں گئیں ملکہ؟

یاسمن۔ یہ میں نہیں کہہ سکتی —— مگر وہ اب یہاں نہیں ہیں۔

نازکبدن۔ کیا کہہ رہی ہو یاسمن؟

یاسمن۔ نازو سچ جانو —— نہیں ہیں ملکہ یہاں۔

نازکبدن۔ دیکھوں محل میں جاکر۔

یاسمن۔ تم نہیں مانتیں نازو ـــ تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ (دیوانگی کے انداز سے) تم جان لوگی ـــ سب کچھ ـــ میں جا رہی ہوں ـــ ہائے ہمارے آقا کہاں سدھارے تم؟ ـــ ہم تو کہیں کے نہ رہے۔

نازک بدن۔ کہاں یاسمن؟

یاسمن۔ [جاتے ہوئے] خدا جانتا ہے نازو ـــ اور تم بھی جان لوگی۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ـــ ہماری راحتیں ـــ ہماری زندگی ـــ [آواز دھیمی ہو جاتی ہے] ہماری ملکہ ـــ ہمارے شہریار۔

[یاسمن غائب ہو جاتی ہے]

نازک بدن۔ [از خود] یاسمن کیا کہہ گئی ـــ ملکہ یہاں نہیں ہیں ـــ چلی گئیں ـــ کس کے ساتھ کہاں؟ ـــ اواللہ یہ کیا ہو گیا؟ میں کیا سوچ رہی تھی ـــ ہاں ملکہ جان بچانے کے لئے محل سے غائب ہو گئیں ـــ میں بھی بھاگ جاؤں پھر ـــ یہاں اکیلی رہ کر کیا کرونگی؟ ـــ یاسمن کے ساتھ چلی جاؤں؟ ـــ وہ جا رہی ہوگی ـــ مگر کہاں؟

[نازک بدن سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اور کسی سوچ میں کھو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر گزر جاتی ہے۔

پاؤں کی چاپ سُنائی دیتی ہے اور رفتہ رفتہ قریب ہوتی جاتی ہے

[چونک کر] کوئی آ رہا ہے۔ [اُٹھ کر سامنے دیکھنے لگتی ہے]

[آدم خاں نہایت زرق برق، قیمتی، زریں اور ریشمی لباس میں آراستہ تنہا داخل ہوتا ہے۔

نازک بدن آداب بجا لاتی ہے اور دروازہ کا پردہ کھینچ لیتی ہے آدم خاں اندر داخل ہو جاتا ہے۔ نازک بدن وہاں سے نکل کر چلی جاتی ہے۔

بہت دیر تک خاموشی رہتی ہے]

[آدم خاں ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرچہ لئے ہوئے دروازہ سے باہر آتا ہے۔ اُس کے جسم میں لرزش ہے]

آدم خاں۔ [غم و غصّہ سے بیساختہ چلّاکر] کچھ بھی نہ ہُوا —— ملکہ —— رانی تو میرے آنے سے پہلے ہی دنیا کو خیرباد کہہ گئی —— میں اندھا ہو گیا تھا جو تجھے اسقدر فرصت کا موقع دیا —— مگر تیرے دل کے راز سے کون واقف تھا؟ رانی (متاثرانہ انداز سے) وفاشعار ملکہ تیری زندگی قابلِ قدر تھی —— میں نادم ہوں —— مجھے اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے۔ میں اپنی خطا کا اقبال کرتا ہوں —— تو مجھے معاف کر دے۔

[آدم خاں چپ ہو جاتا ہے
تھوڑی دیر کے بعد وہ کاغذ اُٹھا کر پڑھنے لگتا ہے]

"میرے پیارے شوہر!
تمہارے بغیر دنیا مجھے کاٹے کھاتی تھی۔ محل کی ہر شے میرے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہی تھی۔ میں ہر چیز میں تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر آہ تم یہاں کہاں —— تم اپنے آپ کو دنیا کی مصیبتوں سے آزاد کر چکے —— پھر میں اب ان تکلیفوں کو جھیلنے کے لئے کیوں یہاں ٹھہروں۔ اس لئے میرے پیارے شوہر میں بھی اب تمہارے پاس آتی ہوں! . . . .

تمہاری روپ متی"

[آدم خاں کے ہاتھ سے خط چھٹ کر گر جاتا ہے اور وہ بیخودی کے عالم میں دیوار پر گر پڑتا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں

بازبہادر اور روپ متی کی شکلیں کہ دونوں بیٹھے ترنم نوازی میں مصروف ہیں۔ ابھرنے لگتی ہیں)

[آخری پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے]